ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

31

21 تا 27 شعبان المعظم 1431ھ / 3 تا 9 اگست 2010ء

زندگی کا ایک نظام بنائیے!

اگر کسی کے دل میں خواہش ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو تو اس نظام کے مطابق چلے جو اسلام نے روزانہ کی زندگی کے لیے تجویز کیا ہے۔ اسی نظام پر چل کر وہ دنیوی کامیابیوں سے بھی ہم کنار ہو سکتا ہے اور اُخروی سے بھی۔ اس نظام الاوقات کا تقاضا ہے کہ آدمی جلدی بیدار ہو اور جلدی سو جائے۔ چونکہ مسلمان کے دن کا آغاز طلوعِ فجر یا کم از کم طلوعِ شمس سے پہلے ہوتا ہے، اس لیے وہ صاف ستھری اور پاکیزہ صبح سے ایک ایسے وقت میں ہمکنار ہو جاتا ہے جب کہ وہ ان گنہگاروں کے انفاس (سانسوں) کی آلودگیوں سے پاک ہوتی ہے جو دن چڑھنے پر اپنی نیند سے بیدار ہوتے ہیں۔ اس طرح مسلمان صبح تڑکے اپنے دن کا استقبال کرتا ہے۔ اور یہ وقت ہے کہ جس میں نبی ﷺ نے اپنی امت کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے: ''اے اللہ میری امت کے لیے صبح صادق میں برکت دے۔'' (رواہ احمد)

آج کا مسلمان جن آفتوں سے دوچار ہے ان کے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنی روزمرہ کی زندگی کا نظام بدل ڈالا ہے۔ وہ رات میں سویرے سونے کی بجائے دیر تک جاگتا ہے، اور پھر اس طرح سوتا ہے کہ صبح کی نماز بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ ''تعجب ہے اس شخص پر جو صبح صادق کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھتا ہے، ایسے شخص کو کیسے روزی ملے گی؟''

امام بخاریؒ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی سویا ہوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے، اور ہر گرہ پر کہتا ہے کہ ابھی رات طویل ہے، تو سویا رہ۔ لیکن جب وہ شخص بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، اور جب وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اس طرح اس کی صبح پُر نشاط اور خوش گوار ہوتی ہے۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے، ان کے نفس میں خباثت اور جسم میں سستی ہوتی ہے۔'' (بخاری)

علامہ یوسف القرضاوی

اس شمارے میں

رمضان، قرآن، مسلمان اور پاکستان

ریاست کے اعضائے ثلاثہ

قرآن کا انسانِ مطلوب

کیا ہمیں شرعی احکامات کا پاس نہیں؟

رمضان المبارک میں دعاؤں کی قبولیت

''مدینہ تا یروشلم''

صلیبی جنون اور دیوانگی پر مبنی جنگ

ڈاکٹر اسرار احمد...... فی ذمۃ اللہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی فہرست

سورۃ التوبہ

(آیات:17 تا22)

ڈاکٹر اسرار احمد

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۞ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۞ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۞ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞

’’مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں (جبکہ) وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔یہی لوگ اُمید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں گے۔کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمت ہائے جاودانی ہے۔(اور وہ) ان میں ابد الآباد رہیں گے۔کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا اصلہ (تیار) ہے۔‘‘

ان مشرکوں کا تو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ کے گھروں کو آباد کریں۔یہ مسجد (خانہ کعبہ) اللہ کا گھر ہے۔یہ توحید کا مرکز ہے۔مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اس کے متولی بنے بیٹھیں جب کہ وہ اپنے اوپر کفر کی گواہی دے رہے ہیں یعنی اعلانیہ کافر و مشرک ہیں۔ان کے شرک کے سبب ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔اِس کی بنا پر اِن کے حاجیوں کو پانی پلانے اور اس طرح کی دوسری خدمات کی اللہ کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں۔اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ ہی میں رہیں گے۔اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو ان کا حق ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ایسے لوگوں کے بارے میں توقع ہے کہ وہ راہ یاب ہوں گے اور منزل مراد تک پہنچ جائیں گے۔

کیا تم نے مشرکین کے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے کو ایک شخص کے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر کر دیا ہے۔مشرکین قریش جو حاجیوں کی یہ خدمت کر رہے ہیں، کیا اُن کا یہ عمل اہل ایمان کے ایمان اور جہاد کے برابر ہو گیا؟ اللہ کے نزدیک یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وہ لوگ جو ایمان لائے، جنہوں نے ہجرت کی، پھر اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے نزدیک ان لوگوں کا بہت بلند و بالا اور عظیم رتبہ ہے۔اور حقیقت میں وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ان کا رب انہیں بشارت دیتا ہے۔خاص رحمت کی اور اپنی رضامندی کی اور ان باغات کی جن کے اندر ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اخلاقی برائیوں کی ممانعت

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی نہ کرو، کسی سے بغض نہ رکھو، کسی سے حسد نہ کرو اور خالص اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن جاؤ۔مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع کلامی جائز نہیں۔‘‘

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 | 21 تا 27 شعبان المعظم 1431ھ
3 تا 9 اگست 2010ء | شمارہ 31

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا-------------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان، قرآن، مسلمان اور پاکستان

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ یہ مہینہ جسے سید الشہور کہا گیا ہے اس کی فضیلت اور اہمیت کا ذکر قرآن میں ہے اور احادیث مبارکہ میں ہے۔ علماء و فضلاء اِسے اپنے اپنے انداز میں اور نئی جہتوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا عالم اسلام کے ایک ایک فرد پر روزہ کی اہمیت و فضیلت اتنی واضح ہے کہ ہم اُس میں کچھ اضافہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ سوال یہ ہے کہ رمضان کیوں اہم اور افضل ہے؟ ظاہر ہے اس لیے کہ اس میں اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید نازل ہوئی۔ قرآن مجید کیوں اتنا مقدس ہے اور ہدایت کا واحد منبع کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کی مانند اللہ کا کلام بھی لاثانی ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ہر شے عزت، احترام، فضیلت اور تقدس صرف اللہ سے نسبت کی بنا پر حاصل کرتی ہے۔ اللہ کو نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی عام انسان براہِ راست اور بلاواسطہ ہدایت حاصل کرنے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ہماری یہ قسمت بھی نہ تھی کہ ہم اللہ کے آخری رسول ﷺ کا دیدار کرسکتے۔ لہٰذا اپنے ایمان کو قائم رکھنے اور اُس کی بڑھوتری کے لیے قرآنِ پاک سے چمٹ جانے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ ہی نہیں۔ قرآن جب یہ کہتا ہے کہ اُسوۂ رسول تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے تو سنتِ رسولؐ کو دانتوں سے پکڑ لینا حصولِ ہدایت اور اللہ کے قرب کا واحد راستہ رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت انسان سے ایمان کے بعد جس چیز کا مطالبہ کرتا ہے وہ خلوص ہے، یعنی جس اللہ پر ایمان لائے ہو اُس کے رسول ﷺ اور اُسے عطا کی گئی کتاب کے احکامات پر انتہائی خلوص اور نیک نیتی سے عمل کرو۔ ایسی صورت میں بشری تقاضوں کی وجہ سے کمی بیشی یا کوتاہی قابل معافی ہے۔

اسلام کے ارکانِ اربعہ کا ہر رکن مسلمان کے لیے فرض ہے۔ نماز کو تو عماد الدین قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ماہ رمضان اور روزہ دار کی فضیلت جس انداز میں قرآن اور احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے وہ یقیناً منفرد اور امتیازی ہے۔ غور کرنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ روزہ دار کو جس طرح صبر و ضبط کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے، وہ ہر دوسری فرض عبادت سے بڑھ کر ہے۔ روزہ کی زد انسان کے بنیادی حیوانی اور جبلی تقاضوں کی تکمیل پر پڑتی ہے۔ مثلاً پیٹ کی آگ کو بجھانا اور جنسی خواہش کی تکمیل عام دنوں میں ایک مسلمان جب چاہے جائز طریقے سے کرسکتا ہے، جبکہ ماہ رمضان میں طلوع سحر سے غروبِ آفتاب تک اِن جبلی تقاضوں کو جائز طریقے سے بھی پورا کرنے پر پابندی ہوگی۔ حقیقت میں روزہ مسلمان کی روحانی شخصیت کا اُس کی حیوانی شخصیت پر غلبہ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ روحانی شخصیت کے مزید نکھار کے لیے رات کے قیام کی ترغیب دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسان کو اِس مشقت میں کیوں ڈالا گیا؟ اس کے دو ہی جواب ہو سکتے ہیں: اول یہ کہ اللہ کے بندے ماہ رمضان کی بدولت اُس کی مغفرت حاصل کرسکیں، اجر کمائیں اور جنت کی نعمتوں سے استفادہ کریں۔ دوسرا یہ کہ قرآن نازل ہوا ہے تاکہ فرد اور معاشرہ ہدایت حاصل کرسکے، اور قرآن کے عطا کردہ عادلانہ نظام کو عملی تعبیر دی جائے۔ لیکن اگر معاشرہ بے راہرو رہتا ہے تو چیدہ چیدہ افراد کا ہدایت پا جانا منشائے الٰہی کو پورا نہیں کرتا۔ نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں سو کے قریب افراد کے ایمان لے آنے کے باوجود ہر دم اپنی دعوت کو آگے بڑھانے کی کوشش کی، یہاں تک کہ آپؐ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ قرآن کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے زبردست محنت و مشقت اور نظم و ضبط کی ضرورت تھی۔ ایسے صابر اور شاکر لوگوں کی اشد ضرورت تھی جو اپنے جبلی تقاضوں پر قابو پانے کی تربیت حاصل کر چکے ہوں۔ اسی

تربیت کا نتیجہ تھا کہ غزوۂ احزاب میں صحابہؓ پیٹ پر پتھر باندھ کر دشمن کے راستے کی دیوار بنے رہے۔ ہمیں رمضان کے روزے اصلاً اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے رکھنے چاہئیں، اس دعا کے ساتھ کہ اے رب ہمارے! اپنے اس بابرکت ماہ کے طفیل ہماری مغفرت فرما، ہمیں روحانی ترفع عطا فرما، ہماری اس حاضری کو شرفِ قبولیت بخش اور اپنی رحمت سے اجرِ عظیم عطا فرما، پھر اس قرآن کے نظام کو بالفعل دنیا میں نافذ کرنے کے لیے اس تربیت اور مشقت کو بروئے کار لائیں۔

ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انسانوں کی ہدایت اور نظامِ عدلِ اجتماعی کا نفاذ ہمارے دین کا اصلی اور حقیقی مطالبہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء افراد کی معقول تعداد کو راہِ ہدایت پر لانے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن وہ باطل نظام کا خاتمہ کرکے اللہ کے نظام کو نافذ کرنے میں ظاہری طور پر کامیاب نہ ہو سکے، لہٰذا ان کی اقوام کو نسیاً منسیا کر دیا گیا۔ آج بھی اگرچہ لوگوں میں مذہبی رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔ مسجدوں میں رونقیں بڑھ گئی ہیں۔ روزوں کا اہتمام لوگ بڑے ذوق وشوق سے کرتے ہیں۔ حج اور عمرہ کے لیے تو جہاز میں نشست نہیں ملتی، لیکن بحیثیت مجموعی امت مسلمہ زوال اور پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر رہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ذلت ورسوائی اُن کا مقدر بن گئی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے نماز روزہ جیسے فرائض کی ادائیگی ایک روٹین بنالی ہے۔ ہمارا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ اُخروی نجات اور روحانی ترفع کے علاوہ اِن فرائض کی ادائیگی درحقیقت ہمیں وہ قوت اور طاقت فراہم کرتی ہے جسے بروئے کار لاکر ہمیں موجودہ باطل نظام کو تہس نہس کرکے اُس عادلانہ نظام کے لیے جدوجہد تیز تر کرنی ہے جو محمود وایاز میں فرق مٹا دیتا ہے۔ ارکانِ اسلام کی ادائیگی کرنا لیکن قرآن کے نظام کے قیام کے لیے جدوجہد نہ کرنا، اس پر یہ مثال کسی حد تک منطبق ہوتی ہے کہ کوئی پہلوان خوب ورزش کرے، اچھی خوراک کھائے لیکن دنگل لڑنے کے لیے اکھاڑے میں نہ اترے۔ عقلی طور پر بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ باطل اور ظالمانہ نظام میں چند ہدایت یافتہ انسانوں کی حیثیت وہی ہوگی جو تنکوں کی سیلاب میں ہوتی ہے اور اگر نظام عادلانہ اور انسانی فطرت کے قریب ہوگا تو انسانوں کی اکثریت کا راہ ہدایت پر چلنا کسی قدر آسان ہوگا۔

پیارے وطن پاکستان کا بھی اس وقت صرف اور صرف یہ مسئلہ ہے کہ لوگوں کا انفرادی سطح پر مذہب کی طرف رجحان ہے لیکن نظام کو بدلنے اور عادلانہ بنانے کی طرف کوئی توجہ نہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ ہمیں کئی خداؤں کو سجدہ کرنا پڑ رہا ہے۔ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں لیکن اُس سے قوت حاصل کرکے شیطانی نظام کو ختم کرکے اللہ کے نظام کو لانے کی کوشش نہیں کر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دو سو سالہ انگریز کی غلامی نے مسلمان کے تصورِ دین کو زبردست زک پہنچائی ہے۔ وہ اسلام کو بھی عیسائیت کی طرح محض ایک مذہب سمجھنے لگا جس میں صرف پوجا پاٹ ہے۔ قرآنِ پاک میں لفظ ''مذہب'' استعمال ہی نہیں ہوا۔ اسلام دین ہے یعنی ایک مکمل نظام رکھتا ہے۔ عبادات دین کا ایک انتہائی اہم جز ہیں لیکن دین کی مغلوبیت کی کوئی شکل نہیں ہوتی، دین اگر غالب ہے تب ہی وہ دین کہلا سکے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کا بنیادی فریضہ یہ ہوا کہ عبادات کے ذریعے روحانی قوت حاصل کریں، دنیوی وسائل کو بھرپور طور پر استعمال کریں اور اسلام کو غالب کریں۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتا ہے: ''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحۂ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کو معلوم کرلے، بیشک اللہ قوی (اور) غالب ہے۔'' (الحدید:25) ہم مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ کہیں نماز اور روزے کی پابندی کے باوجود ہم ادھورا کام تو نہیں کر رہے۔ بقول شاعر ؎

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

بیابہ مجلس اسرار

ریاست کے اعضائے ثلاثہ

عہد حاضر کی ریاست کے تین ''اعضائے رئیسہ'' یعنی مقنّنہ، عدلیہ، اور انتظامیہ دورِ خلافت راشدہ میں باہم گڈمڈ تھے اور علیحدہ علیحدہ مشخص وممیّز نہ تھے، لیکن ظاہر ہے کہ عہد حاضر کی اسلامی ریاست یا نظامِ خلافت کی راہ میں تمدنی ارتقاء کے ان عظیم ثمرات سے بھرپور طور پر مستفید ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جانب مقنّنہ ہوگی (جسے مجلس شوریٰ بھی کہا جاسکتا ہے اور مجلس ملی بھی) جس کے ارکان بھی سب مسلمان ہی ہوں گے اور ان کا انتخاب بھی صرف مسلمانوں کی رائے سے ہوگا اور اس کے ذریعے قانون سازی یعنی شریعت اسلامی کی تدوینِ نو اور اجتہاد کا عمل جاری رہے گا۔ دوسری جانب عدلیہ ہوگی جو جہاں شہریوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرے گی اور شہریوں اور انتظامیہ کے مابین عدل قائم کرے گی اور دستور کی رو سے جو حقوق شہریوں کو حاصل ہوں گے ان کی حفاظت کرے گی، وہاں دستور کی امین ہونے کے ناطے اس امر کا بھی فیصلہ کرے گی کہ آیا مقنّنہ کا کوئی اختیار کردہ اجتہاد شریعت کے دائرے سے تجاوز تو نہیں کر گیا اور تیسری جانب انتظامیہ ہوگی جو ملک وقوم کے معاملات کے انتظام وانصرام، قانون کی تنفیذ، امن وامان کے قیام اور دفاعِ ملکی کے اہتمام کی ذمہ دار ہوگی۔

قرآن کا انسانِ مطلوب

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 23 جولائی 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المومنون کی آیات 1 تا 11 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیات تلاوت کی ہیں۔ ان آیات میں ایک مسلمان کے بنیادی اوصاف کا تذکرہ ہے۔ آج کا مسلمان کردار کے اعتبار سے افلاس کا شکار ہے، جس پہلو سے بھی نظر ڈالیں تو مایوسی ہوتی ہے۔ اندریں حالات ضروری ہے کہ بتایا جائے کہ قرآن حکیم کا انسان مطلوب کیا ہے۔ اُس کے اوصاف کیا ہیں جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ ہمارے لیے کوئی اکیڈمک موضوع نہیں کہ ہم انسان مطلوب کے اوصاف سے آگاہ ہوجائیں اور بس! بلکہ یہ اس لیے ضروری ہے کہ اس سے ہماری نجات وابستہ ہے۔ اس لیے کہ وہ انسان مطلوب جس کا نقشہ قرآن نے کھینچا ہے، وہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں، انہی کے لیے کامیابی اور نجات کی ضمانت دی گئی ہے۔ یہ گویا ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے کہ ہم اس بات سے آگاہی حاصل کریں اور پھر اُس مطلوبہ شخصیت کے اوصاف اپنے اندر پیدا کریں، تاکہ آخرت میں کامیاب ہوں۔

دنیا امتحان گاہ ہے۔ اور اس امتحان زندگانی کے حوالے سے ہماری سب سے بڑی ضرورت ہدایت ہے۔ چنانچہ اسی ہدایت کی دعا ہم نماز کی ہر رکعت میں مانگتے ہیں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝﴾۔ اللہ نے ہماری اس دُعا کے جواب میں ہمیں پورا قرآن عطا فرمادیا ہے۔ قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے، جو جنت تک لے جانے والا ہے۔ اللہ نے نوع انسانی کو صرف کتاب ہی نہیں دی بلکہ صاحب کتاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر اُن کے لیے راہ ہدایت کو پوری طرح واضح بھی فرمادیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے ذریعے ہمارے سامنے ایک مکمل اکمل اور کامل ترین عملی نمونہ پیش فرمادیا، تاکہ جو اس راہ ہدایت پر چلنا چاہے، اُس کے سامنے راستہ بالکل روشن ہو، وہ کہیں ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائے۔ قرآن حکیم نے ہمیں اُن لوگوں کے بارے میں بھی بتادیا ہے کہ جو راہ ہدایت پر چلنے والے ہیں اور جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے۔ یہ لوگ چار طبقات میں ہیں۔ فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ﴾ (سورۃ النساء:69) ''جو حکم مانے اللہ اور (اُس کے) رسول کا وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ۔'' نبوت و رسالت بلند ترین درجہ ہے، لیکن یہ کسبی نہیں، وہبی ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس مرتبہ پر فائز کرتا ہے۔ اس کے بعد کے تین درجوں میں صالحین سب سے آخری درجہ ہے۔ یہ گویا کامیاب ہونے والوں کی بنیادی سطح ہے۔ اب یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے اوصاف کیا ہیں؟ اس کا ذکر سورۃ المومنون اور سورۃ المعارج میں آیا ہے۔ سورۃ المومنون میں فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

''کام نکال لے گئے اہل ایمان۔''

یعنی جس امتحان میں انسان کو ڈالا گیا، اُس سے اہل ایمان سرخرو ہوکر گزر گئے۔ اب یہ بات کہ اہل ایمان اور کامیاب وکامران لوگ کن اوصاف کے حامل ہیں۔ اُن میں کون سی خوبیاں پائی جاتی ہیں، اس بارے میں فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝﴾

''(یہ وہ لوگ ہیں) جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔''

ان لوگوں کا پہلا وصف یہ ہے کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ ''خاشعون'' کے لفظ سے بتادیا کہ اُن کی نماز حضوری کی نماز ہے۔ وہ پورے طور پر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کا دل اللہ ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ''خشوع'' کے معانی اللہ کے سامنے خوف اور ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے حاشیے میں لکھتے ہیں: ''قرآن حکیم میں خشوع کو وجوہ، ابصار، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے۔ اور ایک جگہ آیت ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الحدید:16) میں قلب کی صفت بتلائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اُس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع و خائف اور ساکن و پست ہوگا تو خیالات اِدھر اُدھر بھٹکتے نہیں پھریں گے، ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے۔ پھر خوف و ہیبت اور سکون و خضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہوں گے۔ مثلاً بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا، اِدھر اُدھر نہ تاکنا، کپڑے یا ڈاڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا، انگلیاں نہ چٹخانا اور اسی قسم کے بہت افعال و اموال لوازم خشوع میں سے ہیں۔ احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے منقول ہے کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے جیسے ایک بے جان لکڑی۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ نماز کا خشوع ہے''۔ نماز حقوق اللہ میں سے ہے اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد پہلا بنیادی فریضہ ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ مسلسل رابطہ اور ایمان و تقویٰ کی آبیاری کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کے اوصاف میں اِسے سب سے پہلے لایا گیا ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝﴾

''اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑتے رہتے ہیں۔''

ایمان دار لوگوں کا شیوہ یہ نہیں کہ لغو اور بے کار

کاموں میں اپنا وقت برباد کریں۔ وہ ان سے اعراض کرتے ہیں۔ لغو ہر وہ چیز یا سرگرمی ہے، جس کا کوئی مقصد نہ ہو، بلکہ محض وقت گزاری کے لیے اختیار کی جائے۔ مثال کے طور پر آپ کے ٹی وی سیٹ پر بیسیوں چینلز آتے ہیں اور آپ وقت گزاری کے لیے ٹی وی آن کر کے بیٹھ جاتے ہیں، یا تاش کے کھیل میں پوری پوری رات گزار دیتے ہیں، تو یہ لغویات میں سے ہے۔ کوئی بندۂ مومن لغویات میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں کمرۂ امتحان میں ہوں۔ یہاں ایک ایک پل مجھے قیمتی بنانا ہے۔ وہ تو اپنے اوقات کو تلاوت قرآن مجید، ذکر و اذکار، دروس قرآنی کی محافل یا علمی مجالس میں لگائے گا، تاکہ آخرت کی دائمی زندگی کے لیے نیک کمائی کر سکے۔ سورۃ الفرقان میں بھی عباد الرحمٰن کے اوصاف میں ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اُن کا لغو باتوں سے گزر ہو تو بزرگانہ طریقے سے گزر جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ ۝۴﴾

”اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔“

یہاں زکوٰۃ کے ساتھ لفظ ”فاعلون“ آیا ہے۔ یعنی اللہ کے نیک بندے مسلسل زکوٰۃ نکالتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی سرپرستی کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ یہ گویا حقوق العباد کی بات آگئی۔ ایک تو زکوٰۃ وہ ہے کہ جو اللہ نے فرض کی ہے کہ انسان اپنے مال میں 2.5 فی صد اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ اگر نہیں کرے گا، تو گناہ گار ہوگا۔ لیکن ایک اس کے علاوہ صدقات نافلہ بھی ہیں جو انسان کی باطنی پاکیزگی، تزکیہ کا ذریعہ ہیں، مومنین ان کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ ابنائے نوع کی ہمدردی کے لیے اُن پر مسلسل مال خرچ کرتا رہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۝۶ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۝۷﴾

”اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (خدا کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔“

یہ گویا انسانی کردار کے اُس گوشے کا ذکر ہے، جو نہایت اہم ہے۔ اہل ایمان کا ایک اہم وصف جذبہ شہوت پر کنٹرول (Sex Discepline) ہے۔ یہ لوگ اپنے شہوت کی حفاظت کرتے ہیں اور قضائے شہوت کے لیے کوئی بھی ایسا راستہ اختیار نہیں کرتے جو حلال کی حد سے نکل جانے والا ہو۔ ہاں اللہ نے جو جائز ذرائع رکھے ہیں، یعنی اُن کی بیویاں اور باندیاں، اُن کے معاملے میں اُن پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ نے اِن صورتوں کو جائز قرار دیا ہے، بلکہ نکاح کو رسول کریم ﷺ دین کا حصہ بتایا ہے، یہ فرما کر کہ نکاح میری سنت ہے اور جسے میری سنت پسند نہیں اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام میں عفت و عصمت کی حفاظت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس لیے کہ یہ معاشرتی استحکام کی اساسات میں سے

پریس ریلیز — حافظ عاکف سعید

علماء کرام اور دینی جماعتیں متحد ہو کر نفاذ اسلام کے لیے جدوجہد کریں

ایم ایم اے کی بحالی اُسی صورت میں مفید ہوگی جب وہ نفاذ شریعت کو اپنی ترجیح بنائے

ایم ایم اے کی بحالی کی صورت میں دینی جماعتوں کا اکٹھا ہونا خوش آئند ہے۔ تاہم سابقہ پانچ سالہ دور اقتدار میں ایم ایم اے کی کارکردگی نفاذِ شریعت کے حوالے سے قابل تعریف نہیں رہی۔ دعا ہے کہ ایم ایم اے کو دوبارہ موقع ملے تو وہ غلبہ و اقامت دین اور نفاذِ شریعت کو اپنی ترجیح اول بنا سکے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ علماء اور دینی جماعتوں کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ متحد ہو کر ملک میں نفاذ اسلام کے لیے جدوجہد کریں اور حکمرانوں پر دباؤ ڈال کر انہیں نفاذِ شریعت کے لیے آمادہ کریں۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی اور المیہ رہا ہے کہ دینی جماعتوں نے اس طرف مناسب توجہ نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ نائن الیون کے سانحہ کے بعد ہم نے امریکا کا ساتھ دے کر اللہ اور دین کے ساتھ غداری کی، جس کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ چنانچہ آج ہمارے تمام فیصلے امریکا کر رہا ہے اور سیاسی و عسکری قیادت نہ چاہتے ہوئے بھی ان مجاہدین کے خلاف کارروائی پر مجبور ہے جو پہلے روس کے خلاف نبرد آزما تھے اور اب امریکا کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اگر ہم بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے امریکی ڈکٹیشن کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو وہ وقت دور نہیں کہ ہم امریکی غلامی کے چنگل سے آزاد ہو جائیں۔ (پریس ریلیز: 23/جولائی 2010ء)

کراچی میں ٹارگٹ کلنگ، حکمران اقتدار بچانے کے لیے مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈال رہے ہیں

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کراچی میں جاری ٹارگٹ کلنگ کے حوالے سے ایک بیان میں کہا ہے کہ نام نہاد مفاہمت کی سیاست عوام کے لیے جان لیوا ثابت ہو رہی ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ حکومت کے اتحادیوں کو بچانے کے لیے فرماتے ہیں کہ کراچی میں جاری ٹارگٹ کلنگ میں تیسری پارٹی ملوث ہے جبکہ حکومت کی اتحادی جماعتوں کے ذمہ داران ٹارگٹ کلنگ کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پیپلز پارٹی سندھ میں اپنی حکومت کو بچانے کے لیے مفاہمت کی سیاست کی باتیں کرتی رہتی ہے اور کراچی کے عوام پیپلز پارٹی کے اقتدار کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ خدا کے خوف سے عاری ہمارے سیاستدان اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے ہر حربہ اختیار کرتے ہیں خواہ اس کے لیے انہیں لاشوں کی سیاست ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ حالانکہ ایسی صورتحال میں جب نبیل گبول جیسے ذمہ دار وزیر اور کراچی کے سی سی پی او نے ٹارگٹ کلنگ پر قابو پانے میں معذوری ظاہر کی ہے، سندھ کی حکومت اگر عوام کی ہمدرد ہوتی تو یہ پروا کیے بغیر کہ اتحادی ناراض ہو جائیں گے اور صوبہ یا مرکز میں اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا اصل مجرموں کو عدالت کے کٹہرے میں لے آتی اور کسی قسم کے سیاسی پریشر کو خاطر میں نہ لاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے ہاتھ سیاسی مفاہمت اور اقتدار کی ہوس نے باندھے ہوئے ہیں۔ (پریس ریلیز: 27/جولائی 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

ہے۔ یہ وہ شے ہے کہ جس معاشرے سے رخصت ہوجائے، وہ بالآخر ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں گر پڑتا ہے۔ اللہ ایسے متعفن اور گلے سڑے سماج کو زمین پر باقی نہیں رہنے دیتا۔ آج اگر مغربی تہذیب خودکشی کر رہی ہے تو اُس کی بنیادی وجہ بے قید جنسی آزادی ہے۔ اس کے نتیجے میں خاندانی نظام درہم برہم اور اقدار تلپٹ ہوکر رہ گئی ہیں۔ میاں بیوی کا اعتماد کا رشتہ، والدین اور بچوں کی محبت اور شفقت کی قدریں، اب وہاں عنقا ہوگئی ہیں، بلکہ نئی نسل کو اب اِن کا شعور ہی نہیں رہا۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ نکاح اور شادی پُرتعیش زندگی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر زندگی کو enjoyable بنانا ہے تو نکاح کے بندھن سے آزاد ہوجایئے، تاکہ آپ بچوں کی ذمہ داری کے بوجھ سے گلوخلاصی پائیں۔ حالانکہ بیوی بچوں کے ساتھ خاندانی زندگی جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے، انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اِسی سے گھر میں مسرت اور خوشیوں کے پھول کھلتے ہیں۔ بچوں سے گھر میں رونق ہوتی ہے۔ مغرب میں خاندانی زندگی سے فرار کا نتیجہ آبادی میں کمی کی صورت میں بھی نکلا ہے۔ اب اہل مغرب کو یہ فکر کھائے جارہی ہے کہ ہماری شرح پیدائش مسلسل کم ہو رہی ہے، جبکہ مسلمانوں کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ کہا جارہا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں خود یورپ میں مسلمانوں کی آبادی اُن سے بڑھ جائے گی۔ یہ سب بے لگام شہوت کے نتائج ہیں، جو اہل مغرب کو بھگتنے پڑ رہے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸﴾

''اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔''

امانت داری اور ایفائے عہد انسانی کردار کے دو اہم اوصاف ہیں جن کی انسانی معاملات میں بڑی اہمیت ہے۔ انسانوں کے معاملات عہد و معاہدوں پر چلتے ہیں۔ آپ چیزوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں تو اِس میں بھی عہد و پیاں ہوتا ہے۔ اگر کسی کو اجرت پر ملازم رکھتے ہیں تو اس کے ساتھ بھی ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ اگر کسی سے یہ کہتے ہیں کہ میں فلاں وقت آپ کا یہ کام کروں گا تو یہ بھی اُس کے ساتھ عہد ہے۔ یہی حال امانت کا ہے۔ امانت یہ بھی ہے کسی نے آپ کے پاس کوئی چیز رکھی ہے، آپ اُس کی حفاظت کریں اور یہ بھی ہے کہ آپ کو کوئی ذمہ داری دی گئی ہے، کوئی عہدہ اور منصب ملا ہے تو اُس کا حق ادا کریں۔ اپنی ذمہ داری اور کاموں میں خیانت نہ کریں۔ امانت زندگی کے ہر گوشے میں مطلوب ہے۔ ہمارے ہاں سرکاری شعبوں سے وابستہ لوگ بالعموم امانت کے اصول کی دھجیاں اُڑاتے ہیں۔ جسے سرکاری ملازمت مل جائے وہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے۔ سرکاری ملازمت کا مفہوم ہی یہ بن کر رہ گیا ہے۔ جو شخص اصول امانت کی پاسداری کرے اُسے احمق اور ناداں خیال کیا جاتا ہے۔ ہمارا دین تو یہ کہتا ہے کہ امانت اور ایفائے عہد کی صفات کے بغیر بندۂ مومن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، مگر آج کوئی وعدہ پورا کردے تو کہتے ہیں کہ معجزہ ہوگیا۔ اور تو اور ملک کے اعلیٰ ترین عہدہ (صدارت) پر متمکن شخص یہ کہتا ہے کہ وعدہ کوئی قرآن وحدیث نہیں ہوتا کہ اُس کی خلاف ورزی نہ کی جائے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وعدہ خلافی اور خیانت زوال پذیر قوموں کی علامتیں ہیں اور یہی منافقت کی نشانیاں ہیں جو ایک حدیث میں آئیں ہیں۔ امانت اور ایفائے عہد کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کوئی خطبہ ارشاد فرمایا ہو اور اُس میں یہ الفاظ نہ ادا فرمائے ہوں کہ ((لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ)) ''اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت داری کا وصف نہیں اور اُس کا کوئی دین نہیں جو وعدے کی پاسداری نہیں کرتا۔'' گویا اِن اوصاف سے محروم شخص بے ایمان اور بے دین ہے۔ ہمارا دین بھی اصل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد ہے یعنی عہدِ بندگی جو ہماری ارواح نے کیا۔ اسی عہد کی تجدید ہم ہر نماز میں یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝﴾ ''(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں (اور کریں گے) اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (اور مانگیں گے)۔''

آگے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹﴾

''اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔''

اہل ایمان کی ایک صفت اپنی نمازوں کی حفاظت ہے۔ اِن آیات کی ابتدا میں بھی نماز کا ذکر آیا ہے، مگر وہاں ''خاشعون'' کے لفظ سے نماز کے باطنی پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ یہاں نماز کا ظاہری پہلو بیان کیا گیا اور وہ یہ ہے کہ نماز کی پوری محافظت کی جائے۔ اُس کی پوری پابندی ہو، نماز جماعت کے ساتھ ہو اور پورے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کی جائے۔ اِس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں نماز کا کیا درجہ ہے کہ ابتدا میں بھی نماز کا ذکر کیا اور اسی پر بات ختم کی جارہی ہے۔ نماز دراصل عہد بندگی کی تجدید ہے۔ یہ اللہ کی یاد کا ذریعہ ہے۔ انسان دنیاوی معاملات میں کھو کر اپنی حیثیت اور مقام کو بھول جاتا ہے۔ اُسے پانچ وقت اللہ کے دربار میں حاضری کا حکم دے کر یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اُسے اپنی پوری زندگی اُس کے بتائے ہوئے ضابطے کے مطابق بسر کرنی ہے۔

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱﴾

''یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں۔ (یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہی مضمون سورۃ المعارج کی آیات 20 تا 35 میں بھی بیان ہوا ہے۔ یہاں صرف اُس کی دو باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ سورۃ المومنون میں بات کا آغاز ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۝﴾ سے کیا گیا، جبکہ سورۃ المعارج میں المومنون کی جگہ لفظ ''المصلین'' رکھ دیا گیا۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝۲۲ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝۲۳﴾

''کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر نماز گزار۔ جو نماز کا التزام رکھتے (اور بلاناغہ پڑھتے) ہیں۔''

یعنی انسان بڑا بے صبرا ہے، مگر وہ لوگ جو نماز ادا کرنے والے ہیں، تھڑدلے نہیں، وہ صبر کرنے والے ہیں، اس لیے کہ انہیں دنیا کی حقیقت خوب معلوم ہے۔ وہ دنیا کی کامیابیوں اور ناکامیوں کو اصل نہیں سمجھتے۔ اُن پر یہ بات عیاں ہے کہ دنیا میں انسان کی ہر حالت امتحان وابتلا کے لیے ہے۔ مال وزر کا ملنا اور تنگ دستی دونوں کے ذریعے اللہ انسان کی آزمائش کرتا ہے۔ لہٰذا تنگ دستی میں مایوس ہوجانا یا مالداری کی حالت میں مال و دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جانا کہ کسی پر خرچ نہ ہو، ہرگز صحیح روش نہیں۔ آگے ''مصلین'' کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ وہی ہیں جو سورۃ المومنون میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں۔ معلوم ہوا ''مصلین'' اور مومنین باہم دگر مترادف و ہم معنی الفاظ ہیں۔ مسلمان اور نمازی لازم و ملزوم ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک آدمی مسلمان ہو اور نمازی نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ اور عہد صحابہ میں نماز کے بغیر مسلمان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہاں تک کہ منافقین بھی مسلمانوں میں شمار ہونے کے لیے نماز پڑھا کرتے تھے۔ بلاشبہ نماز مسلمان کی پہچان ہے۔ حدیث کے مطابق یہی کفر و اسلام کے درمیان فرق کرنے والی شے ہے۔ (باقی صفحہ 15 پر)

سیاسی رہنماؤں اور ارباب اقتدار کا
نامحرم عورتوں سے مصافحہ کا بڑھتا ہوا رجحان

کیا ہمیں شرعی احکامات کا کوئی پاس لحاظ نہیں؟

ضمیر اختر خان

نبی کریم ﷺ تمام مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور سارے انسانوں کے لیے بالعموم زندگی گزارنے کا بہترین نمونۂ عمل (اسوۃ حسنۃ) ہیں۔ سب کو دنیا و آخرت کی بھلائی و کامیابی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنی چاہیے۔ البتہ خواص کو سب سے بڑھ چڑھ کر اپنے نبی کریم ﷺ کے نقش پا کو اپنے لیے نشان راہ بنانا چاہیے، کیونکہ وہ عوام کے لیے باعث تقلید ہوتے ہیں۔ شومئی قسمت کہ آج کے خواص اس ضمن میں زیادہ کوتاہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کچھ عرصے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے کرتا دھرتا لوگ کھلے عام نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اور ایسا بار بار کرتے دکھائے جاتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ ان کے ایسے مناظر عوام کو بھی نمایاں کر کے دکھاتے ہیں تاکہ وہ اپنے ان نام نہاد قائدین کی تقلید کر سکیں۔ چند روز قبل اس مملکت خداداد کی ایک انتہائی مقتدر شخصیت چین کے دورے پر تشریف لے گئی تھیں۔ اس دورے میں ان کے ہمراہ ان کی صاحبزادیاں بھی تھیں۔ اس سے قطع نظر کہ قومی خرچے پر ان کا سرکاری وفد کے ساتھ جانے کا کیا جواز تھا۔ کیا قوم کی ساری بیٹیوں کو باری باری اس طرح کے دورے کروائے جائیں گے؟ خیر ہم اس طرح کے سوالات کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے پیارے ملک کی مسند اقتدار پر فائز ہو کر یا قبضہ کر کے لوگ اس قسم کے سوالات سے اپنے آپ کو مستثنیٰ قرار دلوا دیتے ہیں۔ کوئی اگر ان سے اس قسم کے سوالات کرے تو وہ برا مانتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی صاحبزادیوں کے ہمراہ ملک چین جانے کی۔ چین میں مختلف وفود سے ملاقات کے مناظر دکھلائے گئے۔ ان میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ہمہ مقتدر شخص اپنی شہزادیوں کا اپنے ہم منصب غیر محرم مردوں سے بے محابہ تعارف کراتے ہوئے مصافحہ کروا رہے تھے۔ شہزادیوں کے سروں سے چادریں/ دوپٹے غائب تھے۔ حالانکہ اپنے ملک میں انہوں نے دوپٹوں سے سر ڈھکے ہوتے ہیں۔ چین میں دوپٹوں سے بے نیازی اور اپنے ملک میں اس کا اہتمام کیا تضاد نہیں ہے؟ کیا عوام اس دھوکہ دہی کو نہیں سمجھیں گے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ اپنی تہذیب وثقافت اور اپنے دین کی تابندہ اقدار کے خلاف بغاوت نہیں ہے؟ کیا ہمارے ان بڑوں کو نبی کریم ﷺ کا کوئی پاس ولحاظ نہیں ہے؟ یہ جو غیر محرم عورتوں سے مصافحے کرتے پھر رہے ہیں، اور لگتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب یہ لوگ معانقے بھی کر گزریں گے۔ سابقہ دور حکومت کی وزیر نیلوفر بختیار کے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگانے کے بعد اپنے انسٹرکٹر سے گلے ملنے کی شرمناک مثال ہمارے سامنے ہے۔ کیا ان لوگوں کو اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں معلوم نہیں کہ انہوں نے کبھی کسی غیر محرم عورت کا ہاتھ نہیں چھوا تھا۔ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنۃ کی آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا

''اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ان امور پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ اور پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں آپؐ کی نافرمانی کریں گی تو آپؐ ان سے بیعت کر لیجیے اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے''۔ اس آیت مبارکہ پر عمل کرنے کے لیے آپؐ نے جو طریقہ اختیار فرمایا، وہ ہمارے خواص وعوام سب کے لیے نمونۂ عمل ہے۔ کبھی تو آپؐ عورتوں سے زبانی عہد لے کر کہہ دیتے کہ بس تمہاری بیعت ہوگئی، اور کبھی ایک چادر کا ایک سرا آپؐ پکڑتے دوسرا بیعت کرنے والی عورت پکڑ کر عہد کرتی اور کبھی آپؐ پانی کے پیالہ وغیرہ میں ہاتھ ڈالتے، پھر بیعت کرنے والی عورت دوسرے سرے سے ہاتھ ڈالتی۔ اور اس طرح بیعت کی تکمیل ہو جاتی۔ بخاری کی روایت ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آپؐ کے پاس آتیں، آپؐ اس آیت کے مطابق ان کا امتحان لیتے۔ پھر جو عورت ان شرطوں کو قبول کرتی، آپؐ زبان سے ہی فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت کی۔ اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت آپؐ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ اس کے برعکس مردوں سے بیعت کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے جس طرح بیعت رضوان کے حوالے سے سورۃ الفتح (آیت: 10) میں ذکر ہے کہ ﴿یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ﴾ نبی اکرم ﷺ ایسا کر کے اپنی امت کو تعلیم دے رہے تھے کہ تم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔

> ہمارے نبی ﷺ نے تو بیعت لیتے وقت بھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا، ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ہمارے مرکزی اور صوبائی سربراہان حکومت اور عہدیداران مغربی تہذیب کی رو میں بہہ کر اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر نامحرم عورتوں سے مصافحہ کر رہے ہیں

ہم اس ملک کے ارباب حل وعقد کو یاد دلاتے ہیں کہ وہ ملک کی نظریاتی شناخت کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اپنے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں، اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنے دین وایمان کی

حفاظت کا فریضہ سرانجام دیں۔ دوسروں کی تہذیب اختیار کرنے سے انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اس وقت یہ خطرناک رجحان تیزی سے اپنایا جا رہا ہے۔ مرکزی عہدیداروں سے لے کر صوبوں کے سربراہوں تک، سب احساس کمتری کا شکار ہو کر غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کر کے اپنی عزت میں بزعم خویش اضافہ کر رہے ہیں۔ اور تو اور نام نہاد خیبر پختون خوا حکومت کے پختون سربراہ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ وہ اپنی پختون روایات کا ہی کچھ خیال رکھتے۔ دو دن قبل ان کو خاتون امریکی کونسل کے ساتھ پرجوش مصافحہ کرتے ہوئے دیکھ کر ہماری آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جب حیا ختم ہو جائے تو جو چاہو کرتے پھرو۔" میرے سامنے اس وقت ایک ہی اخبار کے صفحے پر چار تصاویر ہیں۔ ایک طرف صدر ذی وقار غالباً سعیدہ وارثی سے محو گفتگو ہیں۔ تو دوسری طرف چیف آف آرمی سٹاف بیگم کلنٹن کے سامنے ہمہ تن گوش ہیں۔ تیسری جانب خادم اعلیٰ پنجاب بھی کسی خاتون سے شرف ملاقات حاصل کر رہے ہیں۔ اور چوتھا منظر تو دیدنی ہے جہاں وزارت خارجہ کے وزیر اپنی مسکراہٹیں بکھیرتے ہوئے اپنی امریکی ہم منصب کو محظوظ کر رہے ہیں۔ یا اللہ کیا یہ پاکستان ہے؟

اے اہل ایمان! اے مسلمانان پاکستان! تمہی ہوش میں آؤ۔ اپنے بڑوں کے اس طرزِ عمل پر، جو وہ رسول ﷺ کے عمل کے خلاف غیر محرم عورتوں سے ہاتھ ملا کر منکر کا ارتکاب کر رہے ہیں، کم سے کم ناپسندیدگی کا اظہار تو کرو۔ اپنی زبان استعمال کرو۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو دل میں ہی ان کے اس عمل کو برا جانو۔ یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس کے بعد تو ایمان مشکوک ہو جاتا ہے۔ پھر ہم دعائیں مانگیں گے تو وہ قبول نہ ہوں گی کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

آیئے! خود بھی منکرات سے بچنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو بھی بچانے کی بھرپور جدوجہد کریں۔ کیا عجب اللہ تعالیٰ ہمارے عمل میں برکت عطا فرما کر سارے معاشرے کی اصلاح کا سامان کر دے۔ اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور آخری درجہ میں یہ مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ کا مصداق ہو ہی جائے گا۔ ان شاء اللہ

اظہارِ تعزیت

قاضی عبداللطیف کی رحلت پر اُن کے برادر قاضی عبدالکریم کے نام امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا تعزیتی مکتوب

27 جولائی 2010ء

محترم و مکرم جناب قاضی عبدالکریم صاحب، دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کے برادرِ بزرگ محترم قاضی عبدالطیف صاحب کی رحلت سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو دلی طور پر دکھ اور افسوس ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم ایک کثیر الجہت شخصیت کے مالک تھے، جنہوں نے بھرپور اور متحرک زندگی گزاری۔ دینی حوالے سے ان کی خدمات بلاشبہ مسلمہ ہیں۔ جمعیت علماء اسلام (س) کے پلیٹ فارم سے اس ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے ان کی جدوجہد قابل قدر اور لائق تقلید ہے۔ اس ضمن میں خصوصی طور پر یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ سینیٹ آف پاکستان کے ایک رکن کی حیثیت سے مرحوم نے شریعت بل کی تیاری اور اسے ایوان میں پیش کرنے کے حوالے سے جو کوششیں کیں، وہ ہماری پارلیمانی تاریخ کے ایک روشن باب کے طور پر ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی!

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں، ان کے حسنات کو قبول جبکہ خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں۔ آمین!

والسلام

طالبِ دعا

(حافظ) عاکف سعید

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم سادات فیملی کو اپنے بیٹے عمر 35 سال، تعلیم MBA (حال مقیم بیرون ملک برائے تعلیم) کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-36119679

دعائے مغفرت کی اپیل

- مکتبہ انجمن خدام القرآن ملتان کے ناظم ناصر انیس کے بڑے بھائی وفات پا گئے
- سابق نقیب اُسرہ ڈیرہ غازی خان ڈاکٹر آفتاب احمد حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔
- سکھر تنظیم کے ملتزم رفیق ارشاد احمد لاڈیک کے والد وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی پشاور غربی کے ملتزم رفیق حیدر علی کی بھاوج وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین اور مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اَللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وحاسبھم حساباً یسیراً

رمضان المبارک میں دعا کی قبولیت

حافظ محمد مشتاق ربانی

اللہ تعالیٰ نے دین کے کئی امور کو یکجا بیان کیا ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ (البقرۃ:43) ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔'' اِسی طرح توحید کے ساتھ والدین کے ساتھ احسان کرنے کو بیان کیا۔ فرمایا: ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور (اے حبیب ﷺ) تیرے رب نے قطعی حکم دے دیا کہ (لوگو) اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو''۔ اس کی اور بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح کی بات رمضان اور دعا کے بارے میں ہے۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ایک ہی مقام پر یعنی سورۃ البقرۃ میں روزہ کے تمام پہلو، فرضیت، احکام اور مسائل ذکر کیے گئے ہیں جیسے فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ......﴾ (البقرۃ:183) پھر ذکر ہوا ﴿اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ......﴾ (البقرۃ:184) پھر فرمایا: ﴿شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ......﴾ پھر دعا کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ (البقرہ:186) اس کے بعد رمضان المبارک کے چند مسائل بیان کیے گئے۔ ﴿اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ﴾ (البقرۃ:187) جو لوگ نظمِ قرآن کی اہمیت سے واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن حکیم کے اس اسلوبِ بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ رمضان اور دعا میں انتہائی گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ یوں تو پورا رمضان دعا کی قبولیت کے لیے ایک نہایت سازگار مہینہ ہے لیکن اس ماہ کے کچھ اوقات بطور خاص دعا کی مقبولیت کے لیے انتہائی اہم ہیں، جیسے افطار کا وقت اور شبِ قدر۔

افطار کے وقت روزے دار کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے روزے کی مقبولیت کی اُمید لگائے ہوتا ہے۔ اس کی ساری توجہ اپنے رب کی طرف ہوتی ہے۔ اس حسین گھڑی میں دعا کے قبول ہونے کے بارے میں کئی احادیث ہیں۔ ''شعب الایمان'' میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے: ''افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔'' ایک دوسری حدیث سنن ترمذی اور نسائی میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے: ''تین آدمیوں کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔ ایک روزہ دار کی دُعا افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا اور تیسرے مظلوم کی دُعا۔''

دعا کی قبولیت کے سلسلے میں شبِ قدر نہایت ہی مبارک رات ہے۔ اس رات کی عظمت کے بارے میں قرآن حکیم میں سورۃ القدر کے نام سے ایک مکمل سورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو ایک ہزار مہینوں سے بھی زیادہ فضیلت والا قرار دیا ہے۔ اس رات میں تمام امور کی تقسیم ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت طے کر رکھے ہیں۔ ان امور کو لے کر فرشتے اور جبریلؑ امین اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ اس رات میں جو دعا کی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کو شرفِ قبولیت بخشے گا اور انسان کی وہ دعا ضائع نہیں کی ہوگی۔ سنن ترمذی میں روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر ملے تو میں کیا دعا مانگوں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو: ((اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ)) ''اے اللہ! تو سب سے زیادہ معاف فرمانے والا ہے۔ معاف کرنا تجھے پسند ہے۔ پس تو مجھے معاف فرمادے۔''

اسی طرح نصف شب یا رات کے آخری تہائی کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور دعائیں قبول کرنے کی صدا لگاتا ہے کہ ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اُسے بخش دوں۔ نصف شب یا رات کا آخری تہائی حصہ سال کی ہر شب میں اہم ہے، لیکن رمضان المبارک کی برکت کی وجہ سے تو یہ اور بھی زیادہ مقبول وقت بن جاتا ہے، لہٰذا یہ وقت بھی اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا بہترین موقع ہے۔

یہاں ایک مغالطہ لاحق نہ ہو کہ کوئی کہے کہ میں نے افطار کے وقت، رمضان المبارک کی راتوں میں بلکہ پورے رمضان المبارک میں اپنے فلاں مسئلہ کے حل کے لیے اتنی دعائیں کی ہیں لیکن میرا وہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

1) جو چیز ہم طلب کر رہے ہیں وہ ہمیں فوری طور پر نہ ملے بلکہ اس میں تاخیر ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ چیز فلاں وقت فلاں آدمی کے لیے بہتر ہوگی یا نقصان دہ ہوگی۔ لہٰذا ہمیں پورے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے کا انتظار کرتے رہے۔

2) اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ جو چیز ہم طلب کر رہے ہوں وہ ہمیں ساری زندگی حاصل نہ ہو۔ وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ چیز فلاں آدمی کے لیے مفید نہیں ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس دعا کے نتیجے اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی اور چیز عنایت فرمادے یا اس دعا کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ہمیں بے انتہا اجر و ثواب عطا کردے۔

سطور بالا میں مذکور دونوں باتوں کا تقاضا ہے کہ دعا کرنے کے بعد ہمیں نا امید نہیں ہونا چاہیے بلکہ پُر امید رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ (البقرہ:86)

''اور (اے نبیؐ) جب میرے بندے آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں کہہ دیجئے کہ میں (ان کے) قریب ہوں۔ میں تو دعا مانگنے والے کی التجاؤں کو جب بھی وہ مجھ سے دعا مانگیں، سنتا اور قبول کرتا ہوں۔ پس (بندوں کو) چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ نیک راہ پالیں۔''

بعض امور کی طرح دعا بھی ان امور میں سے ایک ہے جو دو طرفہ تعلق پر مبنی ہیں۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ﴾ (سورۃ محمد:7) ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔'' ذکر کے بارے میں فرمایا: ﴿فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ﴾ (البقرۃ:152) ''تو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔'' دعا کے بارے میں سورۃ البقرۃ کی آیت 186 میں فرمایا گیا کہ مجھ سے دعائیں مانگو، میں قبول کروں گا، لیکن ساتھ ہی بتا دیا کہ میرے بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں اور میرے احکامات مانیں۔ لہٰذا ہمیں دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنی چاہیے۔ خاص طور پر حرام کی کمائی سے اجتناب کریں، تاکہ ہماری دعاؤں کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ

(باقی صفحہ 10 پر)

''مدینہ تا یروشلم''

اسمٰعیل پٹیل کی تحریر کردہ کتاب ''مدینہ تا یروشلم'' پر جناب محمد شریف کا تبصرہ:
یہ کتاب متعصب مغربی مستشرقین کی تحریروں کے رد میں حقیقت حال بیان کرنے کے لیے تحریر کی گئی ہے

اخذ و ترجمہ: سید محمد افتخار احمد

حجاز مقدس کے شمال مغرب میں اسلامی ریاست کی حدود کو صرف ایک دہائی (628ء تا 638ء) میں جو وسعت نصیب ہوئی، وہ حیران کن ہے۔ مثلاً 632ء میں مکہ مکرمہ اور گردونواح میں اسلامی اقتدار، 633ء میں شام کے وسیع علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ، 636ء میں یرموک کی جنگ میں بازنطینی بادشاہ ہرقل کی شکست، اس کے جلد ہی بعد دمشق اور یروشلم پر مسلمانوں کا اقتدار جس کے بارے میں بیسویں صدی کے مشہور مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے لکھا تھا: ''عربوں نے یونانی عروج کو 633ء سے 1596ء تک 963 سال کے لیے ختم کر دیا۔''

''مدینہ سے یروشلم تک'' میں یہ بتایا گیا ہے کہ عرب عیسائی قبیلے کیوں مسلمان ہوئے؟ کس طرح غیر مسلم اقلیتیں اسلامی ریاست میں اپنا وقار اور شناخت قائم رکھ سکیں؟ مصنف نے اسلامی معاشرے کی رواداری اور وسعتِ قلبی کو اقلیتوں کے مسائل کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ مثلاً ''جزیہ'' جو غیر مسلموں پر ایک ٹیکس ہے، مغربی مستشرقین اس کو ذلت آمیز اور غیر انسانی قرار دے کر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں (حالانکہ بائبل استثنا 20:11 میں بھی جزیہ کا حکم دیا گیا ہے۔ مترجم) درحقیقت یہ ایک باعزت اور جائز ٹیکس ہے۔ اسلام کی حقیقت یعنی قرآن و سنت کی اعلیٰ تعلیمات، اولین مسلمانوں کا عمل، یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک اور آج کے یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ بدترین سلوک (بالخصوص فلسطین کے حوالہ سے) کو سمجھنے میں یہ کتاب بڑی مدد و معاون ہے۔ مغربی مستشرقین اسلام کے اولین تیز پھیلاؤ کے بارے میں مختلف باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً ٹائن بی نے کہا کہ عرب لوٹ مار کی نہ بجھنے والی پیاس سے متاثر ہو کر اپنے علاقوں سے باہر پھیلے۔ اسی ''لوٹ'' کو حاصل کرنے کے لیے لوگ مسلمان ہوئے۔ اس مال کی کشش نے ہی ان کو بیرونی ممالک کی شادابی کی طرف راغب کر دیا۔ دوسرا مستشرق لیون کاٹانی کہتا ہے کہ عرب میں قحط و خشک سالی کی وجہ سے یہ لوگ باہر نکلے۔ تھامس آرنلڈ نے کہا کہ عرب میں بھوک اور امیر علاقوں سے مال کی کشش نے انہیں عرب سے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ اسمٰعیل پٹیل نے ان سب کا رد کر کے بتایا کہ ان باتوں کے برعکس مسلمان اسلام کے پُر امن پیغام کو پھیلانے کے لیے باہر نکلے۔

7ھ (628ء) میں حضور نبی کریم ﷺ نے حارث ابن عمرؓ کو بصرہ کے گورنر کے پاس بھیجا۔ راستہ میں موتہ کے مقام پر غسانی سردار شرجیل نے انہیں گرفتار کر لیا۔ آپؓ نے حضور ﷺ کا خط اس کو دکھایا، جسے پڑھ کر شرجیل نے آپؓ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ اس وقت بھی سفیروں اور قاصدوں کو قتل کرنا ایک گھناؤنا جرم تھا۔ دوسری مہم میں آپؐ نے 15 عالموں کو تبلیغ کے لیے مدینہ منورہ کے شمال میں ذات اطلح کی طرف بھیجا۔ یہاں بھی ان کو قتل کر دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں جب یہ افسوسناک خبریں پہنچیں تو 8ھ (629ء) میں حضور ﷺ نے 3 ہزار صحابہ ؓ کو موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اس سلسلے میں ان کا سامنا سب سے پہلے شام کے غسانی قبائل سے ہوا جو رومی بادشاہ ہرقل کے ماتحت تھے۔ رومیوں کی باقاعدہ فوج اور غسانی و دیگر قبائل مل کر 2 لاکھ کی تعداد ہوگئی۔ 3 ہزار کا 2 لاکھ سے مقابلہ حیران کن ہے۔ اگرچہ یہ جنگ مسلمانوں کی پوری کامیابی پر منتج نہ ہوئی اور انہیں دفاعی حربہ استعمال کرتے ہوئے خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں پس پائی اختیار کرنا پڑی لیکن ہرقل کی فوج کو ان کا تعاقب کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اگلے سال 9ھ میں ہرقل کی فوج مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے تبوک کے مقام پر جمع ہونا شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کو 700 میل کا سفر طے کر کے تبوک جانا پڑا۔ اس پر رومی فوج مرعوب ہو کر واپس چلی گئی۔ مسلمانوں نے بھی ان کا تعاقب نہ کیا۔ مقصد صرف اپنی حدود کی حفاظت تھا جو بآسانی حاصل ہوگیا۔ چونکہ حضور ﷺ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ خطرے کی زد میں تھا، اس لیے آئندہ کے لیے آپؐ نے نوجوان اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں فلسطینی علاقہ بلکا اور ذارم کے مقامات پر فوج بھیجنے کا ارادہ فرمایا، تاکہ وہ وہاں رومی افواج کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ ان میں سے کوئی بھی کوشش بازنطینی لوگوں پر لوٹ مار یا زبردستی اسلام تھوپنے کی نہیں تھی، بلکہ مسلمانوں کو تبلیغی مشن کے دوران اسلحہ بھی ساتھ رکھنے کی اجازت نہ تھی، تاکہ ان لوگوں میں خوف پیدا نہ ہو۔ بعض مواقع پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ ؓ کا مواخذہ بھی کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب اسامہؓ کو لشکر دے کر روانہ کیا تو بڑی عمدہ سلوک کی نصیحتیں کیں۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت عمرؓ نے اپنے چار سپہ سالاروں کا جنہوں نے یرموک کی جنگ (15ھ، 636ء) میں فتح حاصل کی تھی، عمدہ لباس دیکھا تو آپؓ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور زمین سے کنکریاں اُٹھا کر اپنے ماتھے کو رگڑا اور کہا کہ تم لوگوں کو کتنی جلدی شکم سیری نے گمراہ کر دیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو وحی سے ہدایت ملی کہ غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا جائے۔ (التوبہ:29) رقم کا تعین علاقہ اور کام کی نوعیت پر تھا۔ مثلاً تبوک کی مہم کے دوران جربہ اور غدولہ کے قبائل 100 درہم سالانہ، کچھ 10 درہم سالانہ، ایلا کے لوگ ایک دینار فی کس اور تقنت کے قبائل سے ان مچھلیوں کا ایک چوتھائی وصول کیا جاتا تھا جو وہ پکڑتے تھے۔ کچھ سے مویشی، گھوڑے، زرہ اور پھل وصول کیے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ جزیہ (ٹیکس) اور ذمی (محفوظ شدہ، جزیہ ادا کرنے والا) کی اصطلاحیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلم کو نہ ذلیل کیا جاتا ہے اور نہ اس پر ظلم کیا جاتا ہے۔ چارلس مور کے مطابق ''اسلامی حکومت میں پیدائشی عیسائی اور یہودی لوگوں کے لیے مرتد کی نسبت کچھ زیادہ حقوق ہیں۔ وہ ذمی کہلاتے ہیں۔ یعنی دوسرے درجہ کے شہری جنہیں اپنے عقیدہ کی وجہ سے جزیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ ان کی زندگی بہت مشکل میں ہے۔'' اسمٰعیل پٹیل نے واضح کیا ہے کہ جزیہ ایک قسم کا حفاظتی ٹیکس ہے۔ وہ مثال دیتا ہے کہ جب مسلم افواج کسی وجہ سے شہر چھوڑ رہی تھیں تو سپہ سالار نے وہ رقم جو وہاں سے بطور جزیہ وصول کی تھی، شہریوں کو واپس کر دی۔

تھامس آرنلڈ اس سلسلہ میں بیان کرتا ہے کہ ''جزیہ ٹیکس صرف صحت مند مردوں پر لاگو ہوتا ہے نہ کہ عورتوں اور بچوں پر۔ وہ غریب جو دوسروں پر روٹی کا انحصار کرتے ہیں، جو کام نہیں کر سکتے بلکہ خیرات پر گزارہ کرتے ہیں اور جو اندھے، لولے، لنگڑے ہیں وہ اس

سے مستثناء ہیں بشرطیکہ وہ دولت مند نہ ہوں۔ اسی طرح کا معاملہ پادری اور گرجا گھر کے راہبوں کا ہے اگر دولت مند نہ ہوں بلکہ خیرات پر گزارہ کرتے ہوں۔ جزیہ وصول کرنے والوں کو حکومت کی طرف سے خصوصی ہدایت تھی کہ وہ نرم گفتگو اور حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔ نادہندگی کی صورت میں بھی لوگوں کے ساتھ بدسلوکی نہ کی جائے، نہ کوئی سخت سزا دی جائے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ عیسائیوں یا یہودیوں سے رواداری کا مظاہرہ کیا۔ اس کے برعکس عیسائیوں اور یہودیوں کا آپس میں غیر انسانی سلوک اکثر سننے میں آتا ہے۔ تھامس آرنلڈ کہتا ہے کہ ''اسلامی فوج میں غیر مسلموں سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی طرح انطاکیہ کے نواح کے ایک عیسائی قبیلہ الحراجمہ سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا کہ جنگ کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن سے لڑیں گے، ان سے بھی جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا، بلکہ مال غنیمت سے ان کو حصہ دیا جائے گا۔ جب 22ھ میں عرب فتوحات ایران کے شمال کی طرف پھیلیں تو ایک سرحدی قبیلہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاہدہ ہوا کہ فوجی خدمات کے عوض وہ جزیہ ٹیکس سے مستثنا ہوں گے۔ آرنلڈ نے ایک اور واقعہ تحریر کیا ہے کہ اسلامی سپہ سالار ابوعبیدہ بن جراح نے شام کے شہروں میں جزیہ کی رقم واپس کردی، یہ کہتے ہوئے کہ ''ہمارے درمیان تمہاری حفاظت کا معاہدہ تھا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ایک بڑا لشکر ہم سے لڑنے آرہا ہے۔ اس لیے ہم تمہاری حفاظت نہیں کرسکیں گے۔ البتہ اگر ہمیں فتح نصیب ہوئی تو دوبارہ ہم اس معاہدہ کے پابند ہوں گے۔'' چنانچہ ایک بڑی رقم بیت المال سے عیسائیوں کو واپس کی گئی۔ مسلمانوں کے اس عمدہ سلوک کی وجہ سے عیسائیوں نے مسلمانوں کی فتح کے لیے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

اسمٰعیل پٹیل بیان کرتا ہے کہ ساتویں صدی میں عیسائیوں اور یہودیوں میں فلسطین اور شام کے علاقوں میں آپس میں ہروقت جھگڑا رہتا تھا۔ جب 614ء میں ایرانی بادشاہ خسرو نے یروشلم پر قبضہ کیا تو ایک مؤرخ تھیوفین نے لکھا کہ ''یہودیوں نے 90 ہزار عیسائیوں کو قتل کیا۔'' عیسائی راہب انٹوکس سٹرائیگوس لکھتا ہے کہ جب ایرانی یہود کی مدد سے یروشلم میں داخل ہوئے تو یہود بہت خوش ہوئے، اور عیسائیوں کے ایک قید خانہ پر پہنچ کر کہا ''اگر تم موت سے بچ گئے، یہودی بن گئے، یسوع کا انکار کردیا تو تمہیں نکال کر ہم اپنے برابر کرلیں گے......''

جب یہ لوگ ایران پہنچائے گئے اور یہودی یروشلم میں رہ گئے تو انہوں نے عیسائیوں کے گرجا گھروں کو جو تباہی سے بچ گئے تھے، خود تباہ کردیا۔ مائیکل ایوی یوناہ کی کتاب ''مقدس مقامات کی تاریخ'' کے مطابق یروشلم کے کیتھڈرل چرچ کو بھی نہ چھوڑا۔ ایران نے یہودیوں کے مدد کرنے کی وجہ سے یروشلم کی حکومت انعام کے طور پر یہودیوں کو دے دی۔

جب بازنطینیوں نے 630ء میں ایران کے علاقوں پر قبضہ کیا تو ہرقل نے یروشلم کے یہودیوں کو بالکل ختم کردیا۔ یہود و نصاریٰ کی یہ پرانی دشمنی آج تک چلی آتی ہے۔ مثلاً 2004ء میں جریدہ دی ٹیبلٹ (The Tablet) نے بیان کیا کہ عیسائی پادریوں نے یروشلم میں مقامی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ''یہودیوں کو عیسائی زائرین پر تھوکنے سے منع کیا جائے۔'' اس پر ایک کٹر یہودی طالب علم کو سزا دی گئی، جس نے صلیب پر تھوکا تھا جو ایک امریکن پادری اُٹھائے ہوئے تھا۔ اسی طرح ڈیلی ٹیلی گراف 18 اکتوبر 2004ء کی اشاعت میں اینگو گلمور نے بشپ نورہان مانوگین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ''بشپ نے ایک اسرائیلی روزنامہ کو بیان دیا کہ اسرائیلی لیڈروں کو روزمرہ کی ایسی بے ہودگیوں کا سدِّ باب کرنا چاہیے۔'' اس کے برعکس جب 15ھ (636ء) میں مسلم افواج یروشلم میں داخل ہوئیں تو نہ ہی کوئی قتل ہوا اور نہ اس قسم کی بے ہودگی کا کوئی واقعہ پیش آیا۔ موجودہ صیہونی کوشش ہے کہ یروشلم صرف یہودیوں کے لیے ہو۔ انہیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ عیسائیوں کے برعکس مسلمانوں نے یہودیوں کو یروشلم میں داخلہ (زیارت کے لیے) سے کبھی منع نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے مذاہب کے ساتھ سلوک آج تک مسلمانوں کے لیے مشعل راہ رہا ہے۔ ایک موقع پر جب عیسائی بشپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہر کی سیر کرارہا تھا، نماز کا وقت ہوگیا۔ بشپ نے چرچ میں نماز کی ادائیگی کی تجویز دی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا، بلکہ میدان میں نماز ادا کی تاکہ آئندہ مسلمان اس کو مثال بنا کر چرچ والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ چنانچہ اسلامی حکومت میں یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کی 636ء سے 1917ء تک حفاظت کی گئی۔ جنرل ایلن بی نے پہلی جنگ عظیم میں مسلمان عثمانی افواج کو یروشلم میں شکست دی۔ 36 سال تک برطانیہ کے کنٹرول میں رکھنے کے بعد 26 جولائی 1948ء کو مغربی یروشلم اسرائیلی علاقہ بنادیا، لیکن اسرائیل نے 1967ء کی 6 روزہ جنگ میں پورے یروشلم پر قبضہ کرلیا۔

جناب محمد شریف کا کہنا ہے کہ جب اسرائیل یروشلم پر اپنا حق جتاتا ہے تو قاری کو ''مدینہ سے یروشلم تک'' نامی کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے جو اسرائیلی ''حق'' کا صحیح پس منظر بیان کرتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے تقریباً دو ہزار سال کی بے دخلی اس حق کو مضحکہ خیز بنا دیتی ہے۔ بائبل میں بیان کردہ اللہ کے عہد بارے بھی کافی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کا بھی یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ اللہ کا عہد غیر مشروط نہیں ہوتا۔ قرآن مجید کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اُن کی اولاد کو بھی انسانیت کا سردار بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ کا فوری جواب بھی مشروط تھا کہ ''میرا وعدہ فاسق وظالم لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔'' (البقرہ:124) اسی طرح ''وعدہ کی زمین'' کا تحفہ یہود کے لیے مشروط تھا کہ یہ غیر عادل اور نافرمان لوگوں کے لیے نہیں ہوگا۔ 1948ء میں ریاست اسرائیل کا قیام سیکولر صیہونی سکیم کا حصہ تھا، جس میں یہودی مذہبی رہنماؤں کی کوئی مرضی شامل نہ تھی، بلکہ انیسویں صدی کے مشرقی یورپ کے یہود کے تمام مذہبی رہنما تھیوڈور ہرزل کو صیہونیت کا خالق اور اس کی تمام نسل کو لعنتی سمجھتے تھے (میکائیل پرائر۔ جریدہ ٹیبلٹ 31 جولائی 2004ء)

بقیہ: رمضان المبارک میں دعا کی قبولیت

پیدا نہ ہو۔ اگر ہم حرام خوری سے نہیں بچ رہے تو ہماری دعاؤں کے قبول ہونے میں خلل پیدا ہوگا، چاہے ہم افطار کے وقت کیا، شبِ قدر میں ہی دعا کیوں نہیں مانگ رہے ہوں، کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ فرمایا، جس کے طویل سفر کرنے کی وجہ سے بال بکھر گئے اور وہ غبار آلود ہوگیا۔ اس حالت میں وہ بار بار اپنے رب کو پکارتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے جبکہ اس کا کھانا پینا، پہنا ہوا لباس اور خوراک ہر چیز حرام ذرائع آمدنی سے ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں افطار کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات بیان کریں۔ وہ ہماری حاجات پوری کرے گا۔ ہمیں صرف مال و دولت کی فراوانی اور بہتر روزگار کے لیے ہی اللہ سے دعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ سب سے بڑی دولت ایمان، ہدایت، خاتمہ بالخیر اور آخرت میں کامیابی ہے۔ ہمیں اِس کے لیے خاص طور پر دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس کے احکامات کی پیروی کرنی ہوگی اور خاص طور پر رزق حلال پر قناعت کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کی سعادتیں زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صلیبی جنون اور دیوانگی پر مبنی جنگ

دور جدید کے صلیبیوں نے جنگ اور جرم کی تفریق ہی مٹادی

> ''......جس مسلمان پر بھی ''اسلامسٹ'' کا لیبل لگا دیا جاتا ہے، وہ فوری طور پر انسانی مقام کھو بیٹھتا ہے اور ایک بدکار وحشی بن جاتا ہے۔ اگر ایسے ''وحشیوں پر حملہ کیا جائے تو انہیں اپنے بچاؤ کا بھی کوئی حق نہیں۔''

عابداللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

دہشت گردی کے خلاف بارہ کثیرالاطراف معاہدوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لاء سوسائٹی آف برٹش کولمبیا کے ایک ممبر اور لائرز رائٹس واچ کینیڈا کے بانی گیل ڈیوڈسن یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں: ''ان کنونشنز کی رو سے 11 ستمبر کے حملے غیر قانونی ہیں۔ اسی طرح افغانستان کے خلاف جنگ بھی غیر قانونی ہے۔ افغانستان پر بمباری اور اس کے نتیجے میں اموات، زخم لگ جانا، بھوک اور افغانوں کی بے خانمائی اور املاک کی تباہی (جس میں ضروری ذرائع، بنیادی ڈھانچہ، انفرا سٹرکچر بھی شامل ہیں) یہ سب غیر قانونی ہے اور اسی طرح طالبان حکومت کے خاتمے کے لیے طاقت کا استعمال بھی غیر قانونی ہے —— یہ دلیل جو افغانستان (اور ممکنہ طور پر دیگر ممالک) پر حملوں کے جواز میں دی جاتی ہے کہ ایسا کوئی قانون نہیں یا قانون کو روبہ عمل لانے کا طریقہ کار موجود نہیں جس کے ذریعے نائن الیون حملوں کا ایک قانونی ردعمل ظہور پذیر ہوتا' یہ ہرگز صحیح نہیں۔ یہ رویہ بین الاقوامی قانون اور اس کی اصل پالیسیوں کے بالکل خلاف ہے۔''

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افغانستان پر مسلط کردہ جنگ عراق کی جنگ سے بھی زیادہ ناجائز جنگ تھی۔ تھوڑا سا فرق یہ ہے کہ بُش اور بلیئر کے وہ پختہ عزائم جو عراق پر ظالمانہ جنگ مسلط کرنے کے حوالے سے تھے، میڈیا کے سامنے آچکے ہیں اور اب دُنیا جانتی ہے کہ جنگ آلودہ ذہن کس طرح جنگ کی منصوبہ بندی کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ U2 جاسوس طیاروں کو جیٹ فائٹرز کے زیر حفاظت عراق پر اُڑاتے رہے اور ان فائٹرز کو اقوام متحدہ کا رنگ لگایا گیا تھا۔ بُش نے بلیئر کو بتایا کہ اگر صدام حسین ان فائٹرز پر فائر کرا دیتا ہے تو وہ یو این او ریزولوشن کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار پائے گا۔ یہ انکشاف یونیورسٹی کالج لندن میں انٹرنیشنل لا کے پروفیسر فلپ سینڈز نے اپنی تصنیف "Lawless world" کے نئے ایڈیشن میں کیا ہے۔ جو مکتوب پروفیسر سینڈز نے دیکھا ہے، اس میں انکشاف ہوا ہے کہ بُش نے یہ بھی اُمید باندھی تھی کہ عراق سے ایک منحرف کو نکالا جائے گا اور وہ صدام کے تباہ کن ہتھیاروں (WMD) کے متعلق پبلک میں اظہار خیال کرے گا۔ یہ ہیں وہ اذہان جو نائن الیون سازش کے پس پردہ کارفرما ہیں۔ اس میٹنگ میں صدر بُش کی نیشنل سیکیورٹی ایڈوائزر کونڈالیزا رائس اور اس کے ڈپٹی ڈان فرائیڈ اور صدر کے چیف آف سٹاف انڈریو کارڈ بھی موجود تھے۔ بُش نے مسٹر بلیئر کو یہ بھی اشارتاً کہا تھا کہ ایک امکان یہ بھی ہے کہ صدام کو قتل کر دیا جائے۔

بُش اور اس کے ساتھیوں کی عراق پر جنگ مسلط کرنے کے لیے جھوٹے بہانوں پر مبنی منصوبہ بندی سے ان کی ذہنی کیفیت (mindset) خوب واضح ہو جاتی ہے جو اپنے معلوم دشمن کو بہرحال تباہ کرنا چاہتے ہیں، خواہ اس کے لیے انھیں اپنے ہی لوگوں اور ذرائع کو قربان کرنا پڑے۔ اقوام متحدہ ان کے ہاتھوں میں آلہ کار ہے جو ان کی ظالمانہ جنگ کو جائز قرار دیتی ہے۔ پروفیسر سینڈز کے مطابق بلیئر نے امریکی صدر کو بتایا کہ ایک دوسری یو این او کی قرارداد کی حیثیت ''انشورنس پالیسی'' کی ہوگی جو ہمیں (ہماری کارستانی کے لیے) بین الاقوامی ڈھال مہیا کرے گی ''جس میں عربوں کی بھی شمولیت ہوگی''۔ یہ انکشاف کہ بلیئر اور بُش نے مل کر ایک ایسی سازش تیار کر لی جس میں صدام کو زیر دام لا کر یو این او قرارداد کی عدم موجودگی کے باوجود عراق پر جارحانہ حملہ کیا جائے، اس معاملہ سے پوری مطابقت رکھتا ہے جو افغانستان میں وقوع پذیر ہوا۔ یہاں پر امریکی حکومت کو پورا یقین تھا کہ جارحانہ حملہ کے لیے اس کے پاس کوئی بہانہ نہیں سوائے نائن الیون قسم کے آپریشن کے۔ یہ ہے اصل حقیقت افغانستان اور عراق جنگوں کی۔ اس سب کچھ کے باوجود ابتدا ہی سے مکمل مذہبی جذبہ کے تحت غیر قانونی اور ناجائز عملیات کا ایک سلسلہ ہے جو بلا روک ٹوک جاری ہے۔

جو کچھ ہم 7 اکتوبر 2001ء کے بعد افغانستان میں ہوتے دیکھتے آرہے ہیں، وہ محض طالبان کے خلاف جرائم نہیں انسانیت کے خلاف جرم ہیں۔ طالبان کی معنی ہیں، وہ لوگ جو (علم) طلب کرتے ہیں۔ اصطلاحاً وہ لوگ جو دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں، طالبان کہلاتے ہیں۔ لفظ 'طالبان' پشتو زبان میں طالب کی 'جمع' ہے۔ ہر افغان جس نے 1996ء کے بعد افغانستان میں قائم حکومت کی تائید کی وہ طالب تو نہیں بن گیا تھا۔ اسی طرح وہ تمام لوگ جو 7 اکتوبر 2001ء کے بعد کابل میں امریکہ کی قائم کردہ پٹھو حکومت کی مخالفت کرتے ہیں' طالبان نہیں ہیں۔ لہٰذا افغانستان میں امریکہ کے جرائم ایک قوم اور انسانیت کے خلاف جرائم ہیں نہ کہ اکیلے طالبان کے خلاف جرائم۔ ان جرائم نے دورِ جدید کے کروسیڈرز کے عدم تحمل کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کروسیڈرز نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو سبق سکھائیں گے جو دوسرے مسلمانوں کے لیے اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے حالات کو سازگار بنانے کے لیے مصروف عمل ہیں۔

طالبان کے خلاف لگائے گئے نام نہاد جرائم کے الزامات کی آڑ میں دور جدید کے صلیبیوں نے افغانستان پر حملہ کر کے انسانیت کے خلاف بدترین جارحیت کا ارتکاب کیا۔ اس جنگ اور اس کے نتیجے میں جنگی جرائم کے لیے اصل قوت متحرکہ مذہبی جذبہ ہے۔ غیر معمولی اخلاقی جواز کی عدم موجودگی میں یہ بالکل درست نہیں کہ جارحیت کی جنگیں شروع کی جائیں یا قتل وقتال اور انسانوں کو منظم طور پر اذیت دی جائے۔ کرسٹوفر کوکر اپنی کتاب "Waging War Without Warriors" میں اس عجیب و غریب سازش کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اہل مغرب نے اپنی نوآبادیات کے باشندوں سے جانوروں جیسا سلوک کر کے اور انسانوں کے حق انسانیت سے انکار کے بعد اپنے کو انسان (Human) بنایا۔ اس طرح لفظ انسان (Human) اپنے اصل آفاقی معنی سے خالی ہو کے رہ گیا۔ یہ بات خصوصی طور پر اسلام کے خلاف وسیع مہم کے بعد حقیقی بن کر سامنے آئی۔ چنانچہ وہ

مسلمان جو مغربی ورلڈ آرڈر کی راہ میں روحانی یا مادی طور پر مزاحم سمجھے جاتے ہیں، اب مغربی زبان میں انسانی فریق ہی نہیں۔ جس بھی مسلمان پر ''اسلامسٹ'' کا لیبل لگایا جاتا ہے، وہ فوری طور پر انسانی مقام کھو بیٹھتا ہے اور ایک بدکار وحشی بن جاتا ہے۔ اگر ان ''وحشیوں'' پر حملہ کیا جائے تو انھیں اپنے بچاؤ کا بھی حق نہیں۔ جنگجوؤں کے کوئی حقوق ان کو حاصل نہیں۔ وہ کسی انسانی قدر اور وجود کے حامل نہیں سمجھے جاتے۔ اسلام مخالف میڈیا کے زوردار اور طوفانی پروپیگنڈے کی بنا پر مغربی فوجیں اب اپنے دشمن کو نہیں پہچانتیں۔ ''اسلامسٹ'' ہی دہشت گرد اور دشمن ہے۔ انقلابیوں اور آزادی وحریت کی جنگ لڑنے والوں کے برعکس مغربی دانشورانہ زبان میں ان ''دہشت گردوں'' کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

نائن الیون نے جنگوں کی حقیقت بدل کر رکھ دی۔ اب یہ عام جنگ نہیں رہی۔ جنگوں کو برپا کرنے والے جنگ بازوں نے مذہب کا عنصر جنگ میں شامل کر کے جنگ اور جرم کی تفریق ہی مٹا دی۔ جنگ وجدل کی تاریخ ایک ایسی تاریخ ہے جس میں انسان نے ہمیشہ ان طور طریقوں کو آزمایا ہے کہ وہ کس طرح اس جبلی رکاوٹ پر قابو پائے جو انسان کے لیے اپنے ابنائے نوع کے قتل کی راہ میں مزاحم ہو جاتی ہے۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے سب سے مؤثر چیز مذہبی جذبہ ہے (یعنی مذہب کو درمیان میں لا کر اس کے ذریعے قتل وقتال کو کھلی چھٹی دی جاتی ہے۔ جیسا کہ بُش بلیئر نے کیا۔)

یہ بات مشہور ہے کہ کسی کو مار ڈالنا آسان ہو جاتا ہے جب معلوم ہو جائے کہ وہ تم سے کھلے طور پر مختلف ہے اور اس کا رویہ بھی مختلف ہے۔ بُش اور بلیئر کی حکومتوں کے قول ''وہ ہماری طرز زندگی سے نفرت کرتے ہیں'' کی تکرار نے اینٹی اسلامک ذہنیت (mindset) کو، جو کئی سالوں کے مسلسل پروپیگنڈا کے زیر اثر بن چکی تھی، بڑھاوا دیا۔ ڈیوڈ گراس کے مطابق اس قسم کی زبان (مذہبی جذبہ کو متحرک کرنے والے) ان نفسیاتی طور طریقوں کو پورا مہمیز دیتی ہے جو کسی دشمن کے خلاف بے رحمانہ اقدامات روا رکھنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔ ان میں ذیل کی چیزیں شامل ہیں

1: تہذیبی فاصلہ: نسلی اور علاقائی دوری کی طرح تہذیبی فاصلہ بھی قاتل کو فریق مخالف کے حق میں سنگدل بنا دیتا ہے۔

2: اخلاقی فاصلہ: اگر دو متصادم فریقوں میں اخلاقی بنیادوں پر بُعد ہو تو یہ چیز بہت سے مواقع پر جنگوں میں انتقامی کارروائیوں کا سبب بنتی ہے۔

3: معاشرتی فاصلہ: کسی طبقاتی ماحول میں طرز زندگی میں واضح اختلاف کی وجہ سے معاشرہ میں ایک مخصوص طبقہ کو انسانوں سے کم درجہ کی مخلوق سمجھا جاتا ہے۔

4: مکینیکل فاصلہ: جب دشمن خفیہ جگہوں سے گولی چلاتا ہو، حرارت کے استعمال یا دوسرے میکانکی طریقے استعمال کر کے اپنے دشمن پر وار کرتا ہو تو وہ ان حالات میں اپنے شکار کے لیے ہر قسم کا انسانی رحم والا رویہ پس پشت ڈال دیتا ہے۔

دوری یا فاصلہ ایک ایسا ذریعہ اور آلہ ہے جو اس قدرتی رکاوٹ کو توڑ ڈالتا ہے جو ایک انسان کی راہ میں حائل ہے اور اسے دوسرے انسان کے قتل سے منع کرتی ہے۔ مذہبی تحریکی جذبے نے امریکی سپاہیوں کو یہ آلہ مہیا کر دیا۔ اپنے شکار کو ایک 'بُرائی' سمجھنے کے علاوہ امریکی افواج اپنے دشمنوں کی صرف گنتی کرتی ہیں، کیونکہ ان کو ریموٹ کنٹرول ذرائع سے مارا جاتا ہے۔ (انھیں اس سے سروکار نہیں کہ ان کو کیسے مارا گیا، وہ جلا دیے گئے یا اُن کے چیتھڑے اُڑا دیے گئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یا جل کر راکھ ہو گئے۔)

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی وجوہات پر بھڑکائی ہوئی جنگ میں ہدف (برسرپیکار مخالف فریق) کے حوالہ سے یہ جاننا ایک بہت ہی پیچیدہ مسئلہ بن جاتا ہے کہ جنگی کارروائیاں حربی اصولوں اور قوانین کے مطابق ہو رہی ہیں یا نہیں۔ صحیح معاملہ تب ہوگا جب کارروائی میں شامل عام فوجیوں کو شدت سے یہ احساس ہو کہ وہ خود ان غلطیوں سے بچیں اور ان کو یہ شعور حاصل ہو کہ کہیں اس دُنیا، میدان جنگ اور اس ماحول کو کسی دیوانگی اور غیر معقولیت کی آماجگاہ تو نہیں بنا دیا گیا ہے؟ اور جن لوگوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے ان کو جانور اور کیڑے مکوڑے تو خیال نہیں کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے فوجی لیڈروں اور سربراہوں نے جو کچھ بتایا ہے وہ ایسا تو نہیں کہ وہ مبنی بر عدل وانصاف نہ ہو۔ بُش، بوائے کن اور دوسرے فوجی لیڈروں کی زبانی لفظ ''بُرائی'' کے بتکرار اور مسلسل استعمال نے امریکی فوجیوں کی ذہنیت (mindset) کو بدل کر اتنا پختہ کر دیا کہ وہ اب ہر چیز کو بُرائی (evil) خیال کرتے ہیں۔

بروک وارنر نے اپنی تازہ ترین تصنیف "Abu Ghraib: The politics of Torture" (ابوغریب: تعذیب وتشدد کی سیاست) میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس جنگی جذبہ کی توضیح کی ہے، جس نے امریکی فوجیوں کو افغانستان اور عراق کی جنگوں کے دوران انسانیت کے خلاف بدترین جرائم کے ارتکاب پر آمادہ کیا۔ وہ لکھتا ہے:

''جنگ کی بات ایک طرف رکھتے ہوئے بھی جذباتی بُعد (جذباتی عدم وابستگی) ایک ایسی کیفیت ہے جس کی بنا پر آدمی یہ بات پسند کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے مصائب (جن کو دیکھ کر انسان خود تکلیف اور درد محسوس کرتا ہے) سے آنکھ چرائے رکھے۔ جذباتی عدم وابستگی کی وجہ سے لوگ کسی بھی دوسری تہذیب کے رسم ورواج کو یہ کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں کہ خود ان کے طور طریقے زیادہ بہتر ہیں۔ کسی ضمیری خلش کے بغیر وہ اس دعویٰ پر رسوخ سے قائم ہوتے ہیں کہ صرف ان کا مذہب ہی واحد سچا مذہب ہے اور یہ کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے وہ دوزخ کا نوالہ بننے والے ہیں۔ اگرچہ امریکیوں میں جذباتی بُعد کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے گہری ہمدردی (دوسروں کے احساسات کو خوب سمجھ کر ہمدردی کرنا) کی صفت نمایاں صفتوں میں سے ایک ہے، تاہم ان کی فوجی ٹریننگ اس نوعیت کی ہے کہ وہ اس مثبت صفت کو دبا کر ختم کر دیتی ہے۔ ریزرو بریگیڈیئر جنرل جینس کارپنسکی جو تمام 16 قید خانوں کا انچارج تھا، عراق میں تفتیش کاری اور جیل خانوں کے سربراہ میجر جنرل جیوفرے ملیر کے حوالے سے کہتا ہے کہ یہ عراقی کتوں جیسے ہیں اور اگر کسی بات میں تم ان پر اعتماد کرو تو وہ کتے سے بھی زیادہ (ذلیل) بن جاتے ہیں اور پھر تمہارا ان پر کنٹرول باقی نہیں رہتا۔''

اس بیان سے اِس حقیقت کی تصریح ہو جاتی ہے کہ امریکی سپاہیوں کا عراق میں رویہ کیا ہے، جبکہ عراق کا نائن الیون کے ساتھ کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔ افغانستان میں موجود امریکی سپاہیوں کے جذبہ انتقام کا آپ اندازہ کیجیے جن کی سالوں پر محیط طالبان مخالف پروپیگنڈے اور اس دروغ گوئی کے ذریعے کہ طالبان حکومت نے نائن الیون حملوں میں مدد دی ہے، قلب ماہیت کی گئی ہے۔ یہ بات اب حیران کن نہیں رہی کہ امریکی افواج Radioactive Depleted یورینیم اور دوسرے تباہ کن ہتھیاروں کا استعمال کر کے پورے ملک کو ایک بڑے جیل خانہ میں تبدیل کرنے میں مصروف ہیں اور دور جدید کے عقوبت خانوں میں تاریخ کے اس جدید دور میں پہلی دفعہ سینکڑوں افغان بچوں پر تشدد اور تعذیب کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ ایک ننگی جارحیت ہے، جسے مذہبی جذبہ سے تحریک پانے والے سپاہی سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ کسی بھی درجے میں متناسب اور مبنی بر انصاف ردعمل نہیں۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر اسرار احمد......فی ذمۃ اللہ

محمد زکریا خان

آپ کو اگر ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ جانے کا اتفاق ہو تو ایک چیز جو اس نابغۂ روزگار ہستی کے مکان کے درو دیوار سے چھلکتی ہوئی آپ محسوس کریں گے وہ ہے سادگی۔ صاحب خانہ کے دل کی طرح۔ جہاں 'سیٹ' نام کا کوئی تکلف نہیں ہوگا۔ فرانس کا واٹر سیٹ، یہ ماربل کا ڈنر سیٹ، یہ ٹی سیٹ، یہ فلاں سیٹ۔ ڈاکٹر صاحب کی ہستی ایک ہی انمول سیٹ سے عبارت تھی: بندگی رب، دعوت وتبلیغ اور اقامت دین۔

عمر بھر جائیداد نہ بنائی۔ کرشن نگر لاہور میں ایک رہائشی مکان تھا جسے بیچ کر لاہور ماڈل ٹاؤن میں ایک مکان کل جائیداد تھی۔ وہ بھی زندگی میں اولاد کے نام کر گئے۔ نامہ اعمال میں ایک ہی چیز ساتھ لے گئے: 'اسلام دین کامل'۔ بینک والے ہمیشہ کڑھتے ہی رہے کہ چند روپوں کے لیے وہ اس اکاؤنٹ کو آخر کیوں برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ روپیہ نہ پیسہ، جائیداد نہ بینک بیلنس، شیئر نہ کاروباری شراکت۔ کہنے کو ڈاکٹر تھے۔ عام کالج کے نہیں 'کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج' کے۔ پریکٹس بھی کی مگر دل کو قرار نہ آیا۔ فرماتے تھے جس خدا کے دین کی عبادت اور دعوت کے لیے انسان پیدا ہوا ہے یہ اس میں مانع ہے۔ پریکٹس سے تھک ہار کر میں خدا کے کلام سے کیا اخذ کر پاؤں گا۔ کتاب اللہ کو ہاتھ لگانا ہے تو بھرپور توانائی کے ساتھ لگاؤ۔ قرآن کے ساتھ یہی عقیدت تنظیم کے وابستگان میں آپ کو نظر آئے گی۔ ایک نہیں دسیوں نے خدا کے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔

رائج سیاست میں کبھی حصہ نہ لیا۔ سیاست کو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا کھیل سمجھتے تھے اور اسلامی انقلاب میں بڑی رکاوٹ، اس لیے ہمیشہ سیاست سے کنارہ کش رہے، سوائے دو ماہ کے جو جنرل ضیاء الحق مرحوم کی مجلس شوریٰ میں بطور رکن گزارے، اگرچہ انہیں مرکزی وزارت کی پیش کش کی گئی تھی۔ ضیاء الحق کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا حسن ظن تھا جو جلد ہی غلط ثابت ہوا کہ وہ نیک نیت ہیں اور دین اسلام کے لیے کام کرنے میں سنجیدہ ہیں۔

میٹرک کے طالب علم کی ہستی ہی کیا ہوتی ہے۔ کھلنڈرا پن، بے پروائی، ہنسی مذاق، مگر یہاں بلا کی سنجیدگی، ڈسپلن اور اسلامی بنیادی علوم کا گھر میں والد صاحب کی زیرنگرانی اہتمام۔ میٹرک میں ہی پاکستان کا مطلب کیا؟ کے ایسے کارکن بنے کہ عمر بھر پھر اسی کے لیے ورک کرتے رہے۔ مسلم اسٹوڈنٹ فیڈریشن کی رکنیت اختیار کی تو اسی لیے، مگر یہاں تو صرف وڈیرہ شاہی تھی۔ اقبال کے بعد مولانا مودودی کی آواز نے بہت جلد اس ہونہار طالب علم کو اپنی طرف مائل کرلیا۔ فیڈریشن چھوڑ اسلامی جمعیت کی رکنیت اختیار کرلی۔ تقسیم ہند کے بعد اپنے خوابوں کی تعبیر پانے کے لیے محاورتاً نہیں حقیقتاً آگ اور خون کا دریا پار کرکے اپنے پیارے پاکستان پہنچے۔ بیس دن مسلسل پیدل، خوف وہراس اور 170 میل کی مسافت۔

خواب تو یہاں چکنا چور ہوئے لیکن نوجوانوں کو ایک ان تھک قائد ضرور میسر آ گیا تھا۔ ساری قیادت تو ہند میں تھی۔ پاکستان کے قیام کے بعد بڑی قیادت اس زمین کی طرف ہجرت کرکے آتو گئی۔ یہاں جو نا امیدی دیکھی گئی اس کا اثر آپ کی زندگی میں بہت نمایاں تھا خصوصاً آخری ایام میں۔

پاکستان کا مسئلہ کیا ہے۔ کرپشن، بدعنوانی، اقربا پروری، نوکر شاہی، اشرافیہ کی اجارہ داری، مارشل لاء ......مگر ڈاکٹر صاحب کا ایک ہی جواب تھا، قرآن سے دوری! یہاں تک فرماتے تھے کہ اپنی بداعمالیوں اور خدا سے کیے گئے عہد سے بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مغضوب علیہم کا مصداق آج کل یہودیوں کی بجائے مسلمان ہیں۔ انہوں نے دین اسلام کے احیاء کے لیے اپنی جوانی تج دی تھی۔ جلسے جلوسوں میں لاٹھیاں کھائیں، ہجرت کی۔ پریکٹس چھوڑی، شب وروز کا مشغلہ قرآن، قرآن فہمی رہا۔ سینکڑوں کو قرآن کے ساتھ شعوری طور پر جوڑا۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب علم وفکر، دوسروں کو قائل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت کے حامل تھے۔ جب خطاب کریں تو عامی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ سب یکساں سمجھ لیں۔ پنڈال میں ایسی خاموشی اور سنجیدگی جیسے سروں پر پرندہوں۔ رعب دار اور گرجدار آواز، کوئی ابہام نہیں، کوئی پیچیدگی نہیں، الفاظ کا بہترین چناؤ، اشعار کا برمحل انتخاب، بے ساختگی، تصنع اور بناوٹ سے پاک، الفاظ کی روانی، زیر وبم مناسب اور موزوں۔ آخری دموں تک گلا صاف رہا اگرچہ کمر کا عارضہ کمر توڑ ثابت ہوا۔

ڈاکٹر اسرار احمد 'خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے' ایک عہد ساز شخصیت تھے، خواہ اسلامی جمعیت طلبہ کی نظامت کی ذمہ داری ہو یا تنظیم اسلامی کی امارت یا آخری ایام میں تنظیم کی سرپرستی کا زمانہ ہو، ان کی ایک ہی لگن اور جستجو تھی کہ ہر مسلمان رب کی عبادت کرنے والا ہو جائے، دین اسلام کا داعی اور مبلغ بنے اور اقامت دین کا فریضہ انجام دے۔ پاکستان کی تاریخ میں معدودے چند ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے جوانی تا ادھیڑ عمر اور پھر پیرانہ سالی میں اپنے نصب العین سے یک سرِ مو انحراف نہ کیا ہو۔ کون ہے جس پر بدلتے حالات اثر انداز نہ ہوئے ہوں۔ پھر بیسوی صدی اور اس سے کہیں بڑھ کر اکیسوی صدی جو ہے ہی بنیادی تصورات اور عقائد میں تبدیلیوں کا زمانہ۔ ایسے بے وفا دور میں ایسے وفادار!

ڈاکٹر اسرار احمد کی مولانا مودودی سے جس قدر شدید محبت اور عقیدت تھی وہ سب کو معلوم ہے۔ اسلامی جمعیت طلبہ میں شمولیت سے لے کر ماچھی گوٹھ (1957ء) میں مولانا سے اختلاف تک ان کی ساری جوانی اسلامی جمعیت اور جماعت اسلامی کے لیے وقف تھی۔ جن ایام میں طالب علم سے کہا جاتا ہے کہ اپنا 'کیریئر' بنالو، ان دنوں ڈاکٹر اسرار احمد آخرت میں کیریئر بنانے کے لیے اسلامی جمعیت طلبہ کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھے۔ جمعیت کے لیے دن رات کام کرتے تھے۔ آج ہم جب میڈیکل کے طالب علم کو دیکھتے ہیں کہ ایم بی بی ایس کرنے کے لیے کتنا 'پڑھاکو'

ہونا پڑتا ہے تو ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ایک طالب علم جو اسلامی جمعیت طلبہ کے لیے ہی جیتا ہے اور صرف تنظیم کے لیے سوچتا ہے اپنی ڈگری بھی مکمل کر لیتا ہے۔ مولانا مودودی نے ہندوستان سے کیسے کیسے ہیرے نکال لیے تھے، ڈاکٹر اسرار احمد اس کی ایک مثال ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے ملازمت کی نہ کلینک کیا۔ ان کے من میں ایک ہی لگن سمائی رہی کہ دعوت وتبلیغ اور اقامت دین کی جدوجہد برابر جاری رہے۔ اقبال اگر اس نوجوان مسلم کو دیکھتے تو ضرور اسے اپنی شاعری کی تعبیر سمجھتے۔

مولانا مودودی سے ان کی شدید محبت اور جماعت کے لیے ان کی لازوال خدمات اس میں مانع نہ ہوئیں کہ جسے وہ حق سمجھیں اس کے لیے پھر انسانی رشتوں کو قربان نہ کر سکیں۔ جماعت اسلامی کا پاکستان کے انتخابات میں شمولیت کا فیصلہ صرف ڈاکٹر اسرار احمد کے لیے ہی نا قابل فہم نہ تھا بلکہ جماعت کی اور بھی اہم شخصیات اس فیصلے کے بعد جماعت سے الگ ہو گئی تھیں لیکن جتنا صدمہ ڈاکٹر اسرار کو تھا شاید کسی کو ہوا ہو۔

جماعت سے علیحدگی کے بعد ڈاکٹر صاحب نے 1965ء سے لے کر 1972ء تک تن تنہا کام کیا۔ حج کی سعادت حاصل کرتے ہوئے (1971ء میں) اپنے آپ سے عہد کیا کہ دین کے کام کے لیے ہمہ وقت فراغت حاصل کر لیں گے۔ فرماتے ہیں کہ اس دن سے میرے وقت کا ایک ایک لمحہ اور میری قوت وصلاحیت کا ایک ایک شمہ دین کی خدمت کے لیے صرف ہوا ہے۔ 1972ء میں انجمن خدام القرآن کی بنیاد رکھی۔ 1975ء میں تنظیم اسلامی قائم ہوئی اُس اعلیٰ مقصد کے لیے جسے وہ سمجھتے تھے کہ انتخابی طریقے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ بلاشبہ جماعت اسلامی کے انتخابی سیاست میں شمولیت کے فیصلے کے بعد اس بات کا امکان تھا کہ دعوتی اور تحریکی عمل کے لیے وہ توجہ اور وقت میسر نہیں آپائے گا جو صدیوں سے منتشر الخیال قوم کو علم وعمل پر مجتمع کرنے کے لیے چاہیے۔ اس زاویے سے دیکھا جائے تو تنظیم اسلامی جماعت ہی کے مشن کو لے کر آگے بڑھی۔

پاکستان اور بنگلہ دیش میں اسلامی تبدیلی کے لیے جماعت اسلامی انتخابی طریقے کو واحد حل کے طور پر نہیں لیتی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ انتخابات جماعتوں کو بہت مصروف کر دیتے ہیں اور دعوت وتحریک پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

برصغیر میں مدتوں قرآن مجید طاق نسیان کی زینت رہا، خوش نما غلافوں میں لپٹا لپٹایا، یا پھر گلے کا تعویذ۔ خانقاہی ملاؤں نے عام آدمی کے لیے قرآن فہمی کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے جب اس دروازہ کے کھولنے کے کٹھن کام کا آغاز کیا تو ان کی شدید مخالفت ہوئی مگر وہ یکسوئی سے اپنے مشن پر کاربند رہے۔ آج تنظیم کے نوجوان بڑی بے ساختگی سے قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ایک تحریک ہے جو پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ قرآن سے فہم لینے سے اب ہمارا نوجوان نہیں گھبراتا۔

ڈاکٹر صاحب نے جس نقطہ نظر کو درست سمجھا اس پر تندہی سے کام کیا۔ اپنی ذات اور اپنے خاندان کو اس میں شامل کیا اور ہر فورم کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا۔

پچھلی نصف صدی عالم اسلام میں تحریکوں کے جنم لینے کی صدی ہے۔ ہندوستانی تحریکوں میں جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور دیوبند کی تحریکیں ہمہ گیر اور دوررس ثابت ہوئی ہیں۔ ان پیرنٹ (parent) جماعتوں سے پھر اور تحریکوں نے جنم لیا جن کا مقصد اُس خلا کو پُر کرنا تھا جو کہیں نہ کہیں رہ ہی جاتا تھا۔ اگر جماعتیں بنتی رہی ہیں تو ہندوستان کو چیلنج بھی ایک قسم کا نہیں تھا۔ عقائد کی خرابیاں، ایمان کے مفہوم میں اجنبی فلسفے، بدعات، خرافات، بدعملی، منہج اہل سنت میں ابہام اور وحدتِ امت کے تصور سے دوری تو ہماری اپنی اندر کی خرابیاں تھیں، اس پر مستزاد استعمار کے لائے ہوئے نئے نئے ازم۔ ہندوستان میں ان سب سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک یا چند تحریکیں ناکافی تھیں۔ اس لیے اگر یہاں متعدد تحریکیں پائیں گئی ہیں تو یہ برصغیر کے فکری اور منہج کے الجھاؤ کی وجہ سے ایک طبعی عمل ہے۔ تنظیم اسلامی کو ہم اسی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ شیطان کی البتہ یہ چال ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے کام کرنے والی تحریکوں کو باہم متصادم کر دے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے جس اعلیٰ مقصد کے لیے تنظیم بنائی تھی اس کی ابھی برصغیر میں ضرورت ہے۔ تبھی تو ڈاکٹر اسرار نے پاکستان سے باہر خصوصاً ہندوستان میں بے حد مقبولیت پائی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ برصغیر میں اہل سنت والجماعت کی پائی جانی والی مختلف تحریکیں اور تنظیمیں ایک ہی کام کو مکمل کر رہی ہیں اور وہ ہے یہاں کے مسلمانوں کو شعوری طور پر بیدار کرنا تا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو موجودہ زمانے کے مطابق ڈھال سکیں۔ اس قاعدے کی رو سے کسی عام مسلمان کا اسلامی تنظیموں میں شامل ہونا اسلامی عمل کو آگے بڑھانے کا باعث ہے۔ تاہم کسی خاص جماعت میں ہونا یا اختلاف کی صورت میں یا بلا اختلاف کسی اور جماعت کے طریقے کو اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے زیادہ مناسب سمجھ کر اس کی رکنیت اختیار کرنا بالکل درست رویہ ہے۔

تنظیم اسلامی بھی اہل سنت والجماعت کی ایک نمائندہ تنظیم ہے۔ تنظیم جاہلی رسم ورواج کا رد کرتی ہے، عام مسلمان کو قرآن مجید سے جوڑتی ہے، پاکستان میں اللہ کی شریعت نافذ کرنے اور خلافت کے قیام کی شبانہ روز محنت کرتی ہے۔ افراد میں انکساری اور ڈسپلن پیدا کرتی ہے، دین کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کرنا سکھاتی ہے، خلافت اگر پاکستان کے علاوہ کہیں اور قائم ہوتی ہے تو تنظیم وہاں ہجرت کرنے کو واجب سمجھتی ہے۔ اس طرح تنظیم نظریاتی طور پر کسی قطر یا خطے تک اپنے آپ کو محدود نہیں سمجھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی رحلت کے ساتھ اُس کہانی کا ایک اور باب اپنے اختتام کو پہنچا جس کے پہلے سرخیل شاہ ولی اللہ دہلوی تھے۔ خانقاہوں سے نکال کر دین کو معاشرے کی حقیقت بنانے کا مبارک کام جن شخصیات نے کیا تھا اس کی اب تک کی آخری کڑی ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ اس سلسلۂ فکر کی یہ کڑی اپنا فرض نبھا کر باقی کا کام آنے والوں کے لیے چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے جا ملی ہے۔ ناتوانی میں بھی اس قافلۂ خیر و برکت کو کیا ہی اچھے حدی خواں ملے تھے۔ اب اس قافلے کو اور بھی سبک رفتاری سے چلنا ہے، ایک نئے جذبے اور نئے آہنگ کے ساتھ، عمل کو علم سے اور تحریک کو دعوت سے برآمد کرتے ہوئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی زندگی ہمارے نوجوانوں کے لیے نمونہ ہے۔ ایک ایسا کردار جو تعلیم کے ساتھ تحریک کے تقاضوں کو نبھانا جانتا تھا، جو حق کے لیے جیا، حق پر رہا، حق پر مرا۔ خدایا! ان کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ بنا۔ ان کے اہل خانہ کو صبر کی توفیق عطا فرما۔ تنظیم کی قیادت کو توفیق دے کہ وہ تنظیم کو اس کے نصب العین کے مطابق چلا سکیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اقامت دین کی جو کوشش کی اسے قبول فرما، اس کی تکمیل فرما۔ تمام مسلمانوں کو امر بالمعروف میں متحد فرما، نہی عن المنکر کے خاتمے کے لیے قوت عطا فرما۔ آمین

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام خصوصی دعوتی اجتماع

6 جون 2010ء کو تنظیم اسلامی نوشہرہ کے زیر اہتمام ایک خصوصی دعوتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ اجتماع میں رفقاء، رفیقات اور اُن کے اہل خانہ نے شرکت کی۔ احباب بھی شریک ہوئے۔ خواتین کے لیے پردے کے پیچھے سپیکر کے ذریعے خطاب سنانے کا مناسب انتظام کیا گیا تھا۔ اجتماع کا آغاز صبح 9 بج کر 20 منٹ پر ہوا۔ امیر مقامی تنظیم قاضی فضل حکیم نے سورۃ التغابن کا درس دیا۔ انہوں نے ایمانیات ثلاثہ پر سیر حاصل گفتگو کی اور ایمان کے لوازم بیان کیے۔ جن میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت، اللہ پر توکل و اعتماد اور دنیا کی تمام محبتوں پر اللہ اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے محبت سرفہرست ہیں۔ اس اجتماع کی منفرد بات یہ تھی کہ شرکاء کے بچوں کے لیے تفریح کا پروگرام بھی رکھا گیا تھا۔ چنانچہ پروگرام کے دوران انہیں قریبی پارک لے جایا گیا، جس سے خواتین بالخصوص بچوں کی ماؤں کو یہ خطاب یکسوئی سے سننے کا موقع ملا۔ اس پروگرام میں 16 رفقاء، 6 رفیقات اور تقریباً 40 دوسری خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ اس موقع پر کتب اور سی ڈیز کا سٹال بھی لگایا گیا تھا، جس سے شرکاء نے بھر پور استفادہ حاصل کیا۔ شرکاء نے اس پروگرام کو بہت پسند کیا اور آئندہ اس قسم کے اجتماعات کے ماہانہ بنیادوں پر انعقاد کی خواہش کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی و جہد کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: محمد سعید قریشی)

تنظیم اسلامی حلقہ پوٹھوہار کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی پروگرام

حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجرخان کے تحت ایک روزہ تربیتی پروگرام 11 جون 2010ء کو

بعد ز

پروگرام کی میزبانی سیم اسلامی ہم نے کی۔ نماز عصر کے بعد مقامی امیر تح ساجد جمیل نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد درس قرآن ہوا۔ مبشر خضر عباسی نے سورۃ التوبہ کی آیات 31 تا 34 کا درس دیا۔ اس کے بعد شمشاد علی نے ''ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور'' کے موضوع پر بڑے اچھے انداز میں گفتگو کی۔ فاروق حسین نے بانی تنظیم اسلامی کا تعارف پیش کیا۔ بعد نماز مغرب

مسع

مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ شیطان نے تروع ہی سے بنی نوع انسان کو راہ حق سے گمراہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور وہ تا قیامت اس کام پر کمر بستہ رہے گا۔ اس نے تہیہ کر رکھا ہے میں اولادِ آدم کو گمراہ کروں گا۔ نماز عشاء اور کھانے کے بعد جاوید اختر نے درس حدیث دیا۔ بعد ازاں سید محمد آزاد نے ''دُنیا رحمت یا زحمت؟'' کے حوالے سے قرآنی آیات اور

احاد

اس کے فریب میں کھو کر اپنی عاقبت برباد نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بعد افتخار احمد نے ''بیعت کی حقیقت اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی۔ یہ پروگرام رات 11 بجے تک جاری رہا۔ جس کے بعد رفقاء کو آرام کا وقفہ دیا گیا۔ رات کے آخری پہر رفقاء کو اُٹھایا گیا۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد گروپوں کی شکل میں نماز کے متعلق مذاکرہ

ہوا،

بعد نماز فجر پروفیسر حافظ ندیم مجید نے سورۃ النساء کی آیات 60 تا 65 کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن وہ اپنے فیصلے قرآن و حدیث سے ہٹ کر کرانا چاہتے ہیں اور اسلامی قوانین کی مخالفت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ شخص ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا جو نبی اکرم ﷺ کو حَکَم نہ مانے۔ اُن کے درس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ بعد ازاں

''ار

اور واضح کیا کہ ایمان کس طرح بڑھتا ہے۔ درس کے بعد ناشتے کا وقفہ ہوا۔ اس کے بعد ناظم حلقہ نے بانی تنظیم کے کتابچہ ''حقیقت نفاق'' کے منتخب حصوں کا مذاکرہ کرایا اور نفاق سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی۔ تقریباً 10 بجے اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں 50 سے زائد رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ سعی اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رفیق تنظیم)

بقیہ: منبر و محراب

دوسری بات یہ کہ سورۃ المومنون میں جہاں ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③﴾ آیا ہے، یہاں اُس کی جگہ ﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ㉖ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ㉗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ㉘﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ''(سچے اہل ایمان) وہ لوگ (ہیں) جو بدلے کے دن کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اُن کے رب کے عذاب سے کسی کو نڈر نہیں ہونا چاہیے۔'' یعنی نیک اعمال انجام دینے کے باوجود بھی اللہ کے عذاب کا خوف اُن پر طاری رہتا ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ میں اس وقت صراط مستقیم پر چل رہا ہوں مگر کیا خبر شیطان مجھے اس پٹڑی سے اتار دے اور میری عاقبت برباد ہو جائے۔ اسی لیے فرمایا کہ بندۂ مومن کو کسی بھی لمحے اللہ کے عذاب سے نڈر نہیں ہونا چاہیے۔

یہ ہیں وہ بنیادی اوصاف جن سے سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ انہی اوصاف سے ایک سچے مومن اور قرآن کے انسان مطلوب کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ انہی اوصاف کے حامل لوگوں کے لیے کامیابی کی نوید ہے۔ یہی لوگ جہنم کے دردناک عذاب سے بچنے والے اور جنت الفردوس حاصل کرنے والے ہیں۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی صفات کا حامل بنائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین! [مرتب: محبوب الحق عاجز]

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم اسلام آباد جنوبی میں زاہد محمود کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم اسلام آباد جنوبی میں تقرر امیر کے لیے ناظم حلقہ پنجاب شمالی و متعلقہ رفقاء کی طرف سے موصولہ نظر ثانی کی درخواست اور زاہد محمود صاحب کے بطور امیر تقرر کی سفارش پر امیر محترم نے مشورہ کے بعد جناب زاہد محمود کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم کورنگ ٹاؤن میں محمد اسد جعفری کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم کورنگ ٹاؤن میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد جناب محمد اسد جعفری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم گوجرخان شرقی میں فاروق حسین امیر مقرر

ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی جانب سے مقامی تنظیم گوجرخان شرقی میں دوسال پورے ہونے پر تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جولائی میں مشورہ کے بعد فاروق حسین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی مقامی تنظیم گوجرخان غربی میں حافظ مجید ندیم کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار نے مقامی تنظیم گوجرخان غربی میں دوسال پورے ہونے پر تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جولائی میں مشورہ کے بعد حافظ ندیم مجید کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کی تقسیم اور تقرر امراء

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم کورنگی کو 2 حصوں کورنگی شرقی اور کورنگی غربی میں تقسیم کرنے اور ان میں تقرر امراء کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 جولائی 2010ء میں مشورہ کے بعد مقامی تنظیم کی تقسیم اور ان میں بالترتیب سید نعمان اختر اور حافظ عمیر انور کا بطور مقامی امراء تقرر فرمایا۔

ماہ رمضان المبارک 1431ھ کے دوران لاہور، ملتان، کراچی اور گوجرانوالہ ڈویژن میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

دورۂ ترجمۂ قرآن اور خلاصۂ مضامین قرآن کے پروگراموں کی فہرست

لاہور

	مقام	مدرس
مکمل ترجمہ قرآن مع تراویح	بر مکان سلیم الدین خواجہ، B-35، شادباغ	جناب عبدالرزاق
	جامع القرآن، مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ سمن آباد*	چودھری رحمت اللہ بٹر
	مسجد قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن*	ڈاکٹر عارف رشید
	آمنہ شادی ہال۔ مین بلیوارڈ اقبال ایونیو ہاؤسنگ سوسائٹی نزد شوکت خانم ہسپتال لاہور*	حافظ عاطف وحید
	مسجد الہدیٰ بہار شاہ روڈ ڈی بلاک الفیصل ٹاؤن*	شکیل احمد
	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو*	جمیل الرحمٰن عباسی
	ساجد اکیڈمی، شالامار کالج روڈ، بالمقابل پانی والی ٹینکی باغبان پورہ*	مطیع الرحمٰن
	مسجد نور (المعروف ایک مینار والی مسجد) چوک گلستان کالونی مصطفیٰ آباد* (بعداز تراویح)	اقبال حسین
	مسجد خدیجۃ الکبریٰ، گلی نمبر 4، بالمقابل ببر کلب، محلہ غوث نگر، چٹی کوٹھی روڈ شیخوپورہ*	قیصر جمال فیاضی
خلاصہ مضامین قرآن	مسجد فصلیہ عثمانیہ مونگیا سٹریٹ دیو سماج روڈ سنت نگر (بعداز تراویح)	نثار احمد خان
	مسجد مکتب خدام القرآن 4 اکیڈمی روڈ والٹن* (مع تراویح)	پروفیسر طارق مسعود
	مسجد مرکز اسلامی بنک روڈ نزد بند روڈ* (بعداز تراویح)	نوید احمد شیخ
	مسجد نور الہدیٰ سوئی گیس روڈ مین فیروز والا (پندرہ پارے، مع تراویح)	اقبال حسین + افتخار احمد + نعیم اختر عدنان

* ان مقامات پر خواتین کی شرکت کا انتظام ہے۔

ملتان

	مقام	مدرس
مکمل دورہ ترجمہ قرآن	قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی	جام عابد حسین
	مسجد الہدیٰ F-13، شاہ رکن عالم	عطاء اللہ خان
	قرطبہ مسجد گلشن خالق گارڈن ٹاؤن	محمد سلیم اختر
	مرکز وہاڑی شیخ کالونی گلی نمبر 3	ڈاکٹر مظہر الاسلام
	گلستان میرج کلب معصوم شاہ روڈ	محمد عرفان بٹ

(تمام مقامات پر خواتین کی شرکت کا اہتمام ہے)

کراچی

	مقام	مدرس
مکمل دورہ ترجمہ قرآن	قرآن اکیڈمی ڈیفنس مسجد جامع القرآن، خیابانِ راحت فیز۔DHA VI	انجینئر نعمان اختر
	قرآن اکیڈمی کورنگی، سیکٹر 35/A زمان ٹاؤن کورنگی نمبر 4	سید راشد حسین شاہ
	پرنس گارڈن، لکھنؤ کوآپریٹو سوسائٹی مین کورنگی روڈ، کورنگی	مفتی طاہر عبداللہ
	قرآن مرکز لانڈھی، نزد رضوان سوئیٹس، لانڈھی نمبر 2	ڈاکٹر محمد الیاس
	لِٹل ماسٹر اکیڈمی: آصف آباد گرین ٹاؤن شاہ فیصل کالونی	انجینئر نوید احمد
	تھری اسٹارلان نزد اسلامیہ کالج	فہد یونس
	گلستانِ انیس کلب: شہید ملت روڈ، ہل پارک چورنگی	جناب اعجاز لطیف
	قرآن مرکز ڈیفنس: 14,41-E کمرشل اسٹریٹ نزد ایاز مسجد فیز۔II ایکسٹینشن DHA	حافظ عمیر انور
خلاصہ مضامین قرآن	ڈیفنس (لایئرز کلب): نزد عثمانیہ ریسٹورنٹ، بلاک 2 کلفٹن	انجینئر فیصل منظور
	ڈیفنس (اختر کالونی) پلاٹ 388/389، گلی نمبر 6 سیکٹر A، نزد مغل انجینئرنگ اختر کالونی۔	جناب محمد ہاشم
	برائٹ وے اکیڈمی: نزد ماڈل کالونی ریلوے اسٹیشن، ماڈل کالونی ملیر	حافظ وقار احمد / حافظ نوید شکیل

(تمام مقامات پر خواتین کی شرکت کا اہتمام ہے)

گوجرانوالہ ڈویژن

	مقام	مدرس
مکمل دورہ ترجمہ قرآن	مرکز تنظیم اسلامی، مسجد نمرہ، ملک پارک، دفتر سوئی گیس، لنک روڈ، گوجرانوالہ (بعداز تراویح) برائے رابطہ: شاہد رضا: 0300-7446250	(بذریعہ ویڈیو)
	مرکز تنظیم اسلامی، مسجد تقویٰ، جمال پور سیداں روڈ، گجرات: برائے رابطہ: محمد ناصر 0334-4654167	علی جنید میر
	الہدیٰ لائبریری، محلہ اسلام آباد، نئی آبادی، سیالکوٹ (بعد نماز تراویح) برائے رابطہ: اعجاز عنصر 0300-7102877	(بذریعہ ویڈیو)
	تقویٰ سائنس سکول، خان محل روڈ، نزد کمیلا، سیالکوٹ۔ برائے رابطہ: اعجاز عنصر 0300-7102877	حافظ نعیم صفدر بھٹہ

(تمام مقامات پر خواتین کی شرکت کا اہتمام ہے)

specific promise of bringing collective justice by establishing the rule of law that should have insured a perfect Nizame Adl in the country. They were lost in the game of power politics and have been trying to get into the corridors of power through the process of election, which they can never get at. The reason is that there is an established strong exploitative system nurtured by the absentee landlordism, the industrialism, capitalism and a clique of 'peers' 'makhdooms' 'sardars' Chaudhries' 'khans'and 'waderas' are controlling the whole game of politics through their all powerful possession on the material, human and financial resources of the country. How can the so-called religious parties reach in overwhelming majority into the parliament where they can influence the system for a change? The game will continue and the miseries of the common man will prevail as well indefinitely. The time has now come that we should come to senses and get united on one point agenda of bringing a peaceful revolution by demanding that the system of Allah must be established as the genesis of Pakistan is such that it cannot survive under an Un-Godly or secular system. The statuesque is likely to divide us further on the basis of ethnicity, language, provincialism and racism. We can remain a united nation only when we shed off thinking in terms of Pukhtoon, Punjabi, Sindhi, Balochi, etc. We should stand for one voice that we are Muslims and Pakistani. We are left with no choice for any further mistake and misdoings. The only thing left is a real repentance at the individual and national level and its practical implementation will be that we all revert back to our real goal and target, which was pledged with Allah and that was to establish the Authority of Allalh in all spheres of our national life in the same way as is obligatory on an individual in his personal capacity. Time is running fast and we have no room for any further mistakes or misadventures. God never changes the fate of a people unless they themselves have a determination for a change.

رمضان المبارک کا بہترین تحفہ

بانئ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

خود پڑھئے اور دوستوں اور عزیزوں کو تحفتاً پیش کیجئے!

دورانِ ماہِ رمضان اہل وعیال اور عزہ واقارب کے ساتھ اجتماعی مطالعہ کیجئے!

اشاعت خاص : 45 روپے اشاعت عام : 25 روپے

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

"گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ بوائز ڈگری کالج اپراڈہ مظفر آباد" میں

یکم اگست 2010ء (بروز اتوار نماز عصر) تا 7 اگست (بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ:

طاہر سلیم مغل 0345-5295450

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت :

(042)36316638

(042)36366638

0333-4311226

Mohammad Faheem

No More Room for Further Mistakes

To err is human is the admitted adage. The word 'Insan' is derived from the word 'Nasiyan' which means mistake or to err. The story of Adam and the Iblees has been repeated seven times in the holy Quran just to remind us that the wrath of Almighty Allah is destined to fall not on those who commit any mistake or sin but it befalls on those who insist on the wrongdoings. The Adam and the Eve prayed with imploring devotion, “O! Our Lord! we have been cruel to ourselves and if Thee forgive us not, we are doomed to the greatest devastation.” (7:23) Consequently, not only they were forgiven but were bestowed with the most gracious honor. Contrary to this the Iblees (Devil) insisted on his false egoism and was therefore, rendered to the extreme defamation and wrath of Allah. History tells us that empires, big societies, tribes and people having very big and pompous civilizations were routed out when they started committing crimes on the collective level without having any sense of repentance on their evils. However, the Almighty Allah is kind enough and He creates many a chance of warning before He inflicts exterminating punishment on any people. Despite all these chances, even then if a people remain insisting on the criminal attitude, then Allah announces His final decision for such criminal nation and they are then perished.

This is the situation we the Pakistanis are in at present. We did not step forward even an inch towards the target we had fixed for us at the time of our independence, when we had been making repeated promises with Allah that we will adopt a lifestyle on the national level that will be in consonance with the teachings of the Holy Quran and the Sunna. We failed to do so and we are now heading as a nation towards our fatal end. We are hungry. We are threatened by the internal and the external enemies alike. We are under the extreme burden of debts that are taken and spent on the luxuries of the so-called upper class, mostly the ruling clique. We are given dictates by our 'masters' in Washington through their appointed viceroy in the name of Holbrooke and others. We are being ordered every time to start operation against our own people without having the courage to ask the real enemy as to what justification he has in occupying the Muslim states on the false and engineered ruses of 9/11, now completely a discredited event even amongst the American themselves. We are being threatened to cancel the gas agreement with our brother country Iran. Our Prime Minister is instantly pressed with his timid statement of the requirements of the UN obligations, meaning thereby that we are ready to obey the orders. Only it should come through the so-called UN which is no less than a sub cell of the US foreign office. The so-called democratic government is hell bent upon the destruction of the judiciary, the only hope for the common citizen. The government is hell bent to establish a fascist rule in the country by changing the basics of the country's constitution and putting the Judiciary at the disposal of the so-called politicians, all corrupt with few exception indeed.

We as a Pakistani nation all are responsible for the havoc we are facing but the so-called religious–political parties are far greater responsible since they have failed to deliver what they aught to have done. They were supposed to have stood united on one point agenda of establishing the system of Allah in the country which had been achieved with this